قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 12/ ستمبر 2022ء | 15/ صفر 1444 ہجری قمری | 12/ تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:194

ارشاد باری تعالیٰ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾

(اٰل عمران: 104)

ترجمہ: اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے بتایا (کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے)۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیك الاصابع فی المسجد حدیث 481)

حضرت نعمانؓ بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تو مومنوں کو ان کے آپس کے رحم، محبت و شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے۔ اس کا سارا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الناس والبہائم حدیث 6011)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

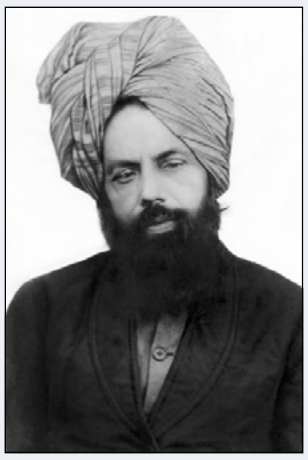

ہمدردیٔ مخلوق کے بغیر ایمان درست نہیں

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے۔ میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں۔ اور اس کے لیے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ مَیں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ مَیں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں برجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے۔ اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں۔ اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

فرمان خلیفہ وقت

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایک ہو کر رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ اللہ کی رسّی تم پر ایک انعام ہے۔ اللہ کی اس رسّی کو پکڑنے کی وجہ سے تم پر اللہ کے فضل نازل ہوئے اور اس کے انعاموں سے تم نے حصہ پایا۔ تمہارے معاشرے کے تعلقات بھی خوشگوار ہوئے اور تمہاری آپس کی رشتہ داریوں میں بھی مضبوطی پیدا ہوئی۔

ہم آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل کے واقعات تاریخ میں پڑھتے ہیں اور پھر آپؐ کی بعثت کے بعد کے حالات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ کس طرح محبتیں بڑھیں اور ایک دوسرے سے کس طرح اخوت کا رشتہ قائم ہوا۔ کس طرح ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنے۔ دیکھیں مدینہ کے انصار نے مکّہ کے مہاجرین کو کس حد تک بھائی بنایا کہ اپنی آدھی جائیدادیں بھی ان مہاجرین کو دینے کے لیے تیار ہو گئے بلکہ بعض جن کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ ہم ایک بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں اور تم اس سے شادی کر لو۔ تو اس حد تک بھائی چارے اور محبت کی فضا پیدا ہو گئی تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ محبت اور بھائی چارے کی یہ فضا صرف امن اور آسائش کے وقت میں نہیں تھی کہ فراوانی ہے، کشائش ہے تو کچھ دے دیا بلکہ جنگ اور تکلیف کی حالت میں بھی قربانی کے اعلیٰ معیار قائم ہوئے۔ اور یہ صرف اس لئے تھے کہ ان لوگوں نے اللہ کی رسّی کی پہچان کی اور اسے مضبوطی سے پکڑا۔

(خطبہ جمعہ 26/ اگست 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- آریوں سے خطاب (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز
- اقامۃ الصلوٰۃ کے لئے مساجد کی اہمیت

دربارِ خلافت

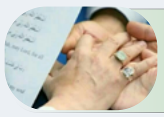

سب سے پہلی ذمہ داری عورت کی گھر کی ذمہ داری ہے، اس کو سنبھالنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان میں سے بعض حکموں کو مَیں آپ کے سامنے رکھوں گا تا کہ ہم اور ہماری نسلیں یہ حق ادا کرتی چلی جانے والی بن جائیں۔ یہ جو آیات شروع میں مَیں نے تلاوت کی ہیں، سورۃ اعراف کی آیات 30 اور 32 ہیں اور مسجد سے متعلق ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے ایک مومن سے بعض توقعات رکھی ہیں بلکہ مومنین کو نصیحت کی ہے کہ مسجد سے منسلک ہونے والے اور حقیقی عبادت گزار ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ان پر پڑے گی۔

پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انصاف کا حکم دیا ہے اور انصاف ایک ایسی چیز ہے جو معاشرے کی بنیادی اکائی، جو گھر ہے، اس سے شروع ہو کر بین الاقوامی معاملات تک قائم ہونا انتہائی ضروری ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے قائم ہونے سے دنیا کا امن وسکون ہر سطح پر قائم ہوسکتا ہے۔ اور یہی چیز ہے جس کا حق ادا نہ کرنے کی صورت میں دنیا میں فتنہ وفساد پیدا ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ پھر انصاف صرف معاشرتی معاملات میں نہیں اور بندوں کے ساتھ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا حق ادا کرنا، یہ بھی انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔عبادت کا حق ادا کرنا جس طرح کہ اُس کا حکم ہے، یہ عبادت کے ساتھ انصاف ہے۔ اور اس انصاف کا فائدہ خود انسان کو، عبادت کرنے والے کو اپنی ذات کے لئے ہو رہا ہوتا ہے۔ پس ہر حقیقی مومن کو اپنے عبادت کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ دینی چاہئے اور یہ حق ادا ہو گا جب آپ سب اپنی پانچ وقت کی نمازوں کی حفاظت کریں گے۔ جب قیامِ نماز کی طرف توجہ ہو گی۔ جب ان نمازوں کے ساتھ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا ہو گی۔ جب نمازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی حق ادا کرنے کی کوشش ہو رہی ہو گی۔مخلوق کے جو حق ہیں، مثلاً خاوند کو حکم ہے کہ بیوی کے حق ادا کرو۔ اُن کی ضروریات کا خیال رکھو۔ ان سے نرمی اور ملاطفت سے پیش آؤ۔ اُن کے رحمی رشتوں کا خیال رکھو۔ بیوی کے ماں باپ اور بہن بھائی اور دوسرے رشتوں کا احترام کرو۔ بیویوں کے مال پر اور اُن کی کمائی پر نظر نہ رکھو۔ بچوں کے حق ادا کرو، اُن کی تعلیم تربیت کی طرف توجہ کرو۔ اپنے نمونے دکھاؤ کہ وہ دین کی اہمیت کو سمجھیں اور دین سے جُڑے رہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں لڑکے اُس وقت خاص طور پر جب تیرہ چودہ سال کے ہو جائیں عموماً دین کا احترام کرتے ہیں جب وہ دیکھیں کہ اُن کا باپ بھی دین کا احترام کرنے والا ہے۔ اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ نمازوں کا پابند ہے۔قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کا پابند ہے۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ عموماً ماؤں کو اپنے بچوں کی دین کی زیادہ فکر ہوتی ہے یا کم از کم اظہار ضرور میرے سامنے ہوتا ہے۔ دعا کے لئے کہتی ہیں۔ اسی طرح ہر عورت جو ہے، ہر بیوی جو ہے، اُن کو بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے انصاف کرنا ہو گا۔ اپنے گھر کے فرائض ادا کریں۔سب سے پہلی ذمہ داری عورت کی گھر کی ذمہ داری ہے، اس کو سنبھالنا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ خاوند کے احترام کے ساتھ اُس کے رحمی رشتہ داروں کا بھی احترام کریں۔ بچوں کی تربیت اور نگرانی کریں۔ اس ماحول میں خاص طور پر بچوں کی تربیت کی ماں باپ کو بہت فکر ہونی چاہئے اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ دینی تربیت ماں اور باپ دونوں کا کام ہے۔ بچوں کو یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ تم احمدی مسلمان ہو، اور اس کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو احمدی مسلمان ثابت کرنا ہو گا۔ یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ تمہاری کیا ذمہ داریاں ہیں؟ سب سے پہلے ماں باپ کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہو گا۔ بچوں کو یہ بتانا ہو گا کہ تم میں اور دوسروں میں ایک فرق ہونا چاہئے۔ بچوں کی جب اس نہج پر تربیت ہو گی تو تبھی بچے دین سے جُڑے رہیں گے۔ اور یہی چیز ہے جو بچوں کا حق انصاف سے ادا کرنے والی بناتی ہے۔ اگر ماں باپ اپنے عملی نمونے نہیں دکھا رہے، اگر بچوں کی تربیت کی طرف توجہ نہیں ہے تو پھر انصاف نہیں کر رہے۔

پھر معاشرے کے عمومی تعلقات ہیں۔ یہاں بھی ہر مرد اور عورت جو اپنے آپ کو مومنین میں شمار کرتا ہے یا کروانا چاہتا ہے، اُس کا یہ فرض ہے کہ ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ کاروباری معاملات ہیں یا کسی بھی قسم کے معاملات ہیں، عدل اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جماعت کو ایک وجود بنایا ہے۔ پس ایک وجود کا معیار اُس وقت قائم ہوسکتا ہے جب دوسرے کی تکلیف کا احساس ہو، اُس کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ ہو۔ جب انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔جس طرح جسم کے کسی حصہ کو تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، اسی طرح دوسرے کی تکلیف کا احساس ہمیں ہونا چاہئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ دوسرے کی تکلیف کا احساس کرو اور یہ ہم جب دنیا کو بتاتے ہیں کہ انصاف اس طرح قائم ہوتا ہے، جب باتیں سناتے ہیں کہ یہ انصاف کس طرح قائم ہونا چاہئے، اسلام کیا کہتا ہے اور دنیا والے یہ باتیں سن کر بڑے متاثر ہوتے ہیں تو اس کے نیک نمونے بھی ہمیں دکھانے ہوں گے۔ یہ بتانا ہو گا کہ یہ پرانی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی مومنین کا موجودہ عمل بھی ہے۔

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آریوں سے خطاب

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

عزیزو! دوستو! بھائیو! سنو بات
خدا بخشے تمہیں عالی خیالات

ہمیں کچھ کِیں نہیں تم سے پیارو
نہ کِیں کی بات ہے تم خود بچارو

اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
تو اس سے کب ملے بچھڑا ہوا یار

غرض پَند و نصیحت ہے نہ کچھ اور
خدا کے واسطے تم خود کرو غور

کہ گر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت

تو پھر اُس پر خدائی کا گماں کیا
وگر قدرت بھی پھر وہ ناتواں کیا

کہاں کرتی ہے عقل اس کو گوارا
کہ بِن قدرت ہوا یہ جگت سارا

وگر تم خالِق اس کو مانتے ہو
تو پھر اب ناتواں کیوں جانتے ہو

بھلا تم خود کہو انصاف سے صاف
کہ ایشر کے یہی لائق ہیں اوصاف

کہ کر سکتا نہیں اِک جاں کو پیدا
نہ اِک ذرّہ ہوا اس سے ہَوَیدا

نہ اُن بن چل سکے اس کی خدائی
نہ اُن بِن کر سکے زور آزمائی

(درثمین صفحہ 100)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 9؍ستمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منگل کی شام بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز پر محیط رہا

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے کچھ واقعات بیان کروں گا۔

وہ آپؓ کی رائے سے بھی افضل ہیں

جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بلایا اور فرمایا! مجھے عمرؓ کے متعلق بتاؤ، تو اُنہوں نے کہا! اے خلیفۂ رسول اللہؐ، اللہ کی قسم! وہ آپؓ کی جو رائے ہے اُس سے بھی افضل ہیں۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں پائی جانے والی سختی کی بابت حضرت ابوبکرؓ نے صراحت فرمائی! اگر امارت اُن کے سپرد ہوگئی تو وہ اپنی بہت سی باتیں جو اُن میں ہیں چھوڑ دیں گے۔

ہم میں اُن جیسا کوئی نہیں

اِس کے بعد آپؓ نے حضرت عثمانؓ بن عفّان کو بلایا اور اُن سے حضرت عمرؓ کے بارہ میں دریافت فرمایا، حضرت عثمانؓ نے کہا! اُن کا باطن اُن کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں اُن جیسا کوئی نہیں۔

اگر مَیں عمر کو چھوڑتا ہوں تو عثمان سے آگے نہیں جاتا

اِس پر حضرت ابوبکرؓ نے دونوں اصحابؓ سے فرمایا! جو کچھ مَیں نے تم دونوں سے کہا ہے اُس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا، اگر مَیں عمر کو چھوڑتا ہوں تو مَیں عثمان سے آگے نہیں جاتا اور اُن کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ تمہارے امور کے متعلق کوئی کمی نہ کریں، اب میری یہ خواہش ہے کہ مَیں تمہارے امور سے علیحدٰہ اور تمہارے اسلاف میں سے ہو جاؤں۔

مَیں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو خلیفہ بنایا

حضرت ابوبکرؓ کی بیماری کے دنوں میں حضرت طلحہؓ بن عُبید اللہ آپؓ کے پاس آئے کہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا ہے حالانکہ آپؓ دیکھتے ہیں کہ وہ آپؓ کی موجودگی میں لوگوں سے کیسے سلوک کرتے ہیں، اُس وقت کیا حال ہوگا کہ جب وہ تنہاء ہوں گے اور آپؓ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور وہ آپؓ سے رعیت کے بارہ میں پوچھے گا؟ آپؓ نے فرمایا! مجھے بٹھادو، سہارا دے کر بٹھایا گیا تو فرمایا! کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جب مَیں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو مَیں جواب دوں گا کہ مَیں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو تیرے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بطور خلیفہ نامزدگی پر اعتراض کا جواب

حضرت المصلح الموعودؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ قوم کے انتخاب سے ہی کوئی خلیفہ ہوسکتا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیوں کیا تھا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ آپؓ نے یونہی نامزد نہیں کر دیا بلکہ پہلے صحابہؓ سے آپؓ کا مشورہ لینا ثابت ہے، فرق ہے تو صرف اتنا کہ اور خلفاء کو خلیفہ کی وفات کے بعد جبکہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی موجودگی میں ہی منتخب کرلیا گیا۔ پھر آپؓ نے اِسی پر بس نہیں کیا بلکہ باوجود سخت نقاہت اور کمزوری کے اپنی بیوی کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے اور لوگوں سے کہا، اے لوگو! مَیں نے صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد اپنے بعد خلافت کے لئے عمر کو پسند کیا ہے، کیا تمہیں بھی اُن کی خلافت منظور ہے؟ اِس پر تمام لوگوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، پس یہ بھی ایک رنگ میں انتخاب ہی تھا۔

تاریخ طبری میں تذکرۂ علالت و وفات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

بیماری کا باعث یہ ہؤا کہ سات جمادی الآخر بروز سوموار آپؓ نے غسل کیا، اُس روز بوجہ خوب سردی ہونے آپؓ کو بخار ہوگیا جو پندرہ روز تک رہا یہاں تک کہ آپؓ نماز کے لئے باہر آنے کے قابل بھی نہ رہے، آپؓ نے حکم دے دیا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے رہیں۔ لوگ عیادت کے لئے آتے مگر روز بروز آپؓ کی طبیعت خراب ہوتی گئی، اُس زمانہ میں آپؓ رسول اللہؐ کے عنایت فرمودہ مکان (جو حضرت عثمانؓ بن عفّان کے مکان کے سامنے واقع تھا) میں ٹھہرے ہوئے تھے، علالت کے زمانہ میں زیادہ تر تیمارداری حضرت عثمانؓ کرتے رہے۔ کسی نے آپؓ سے کہا! طبیب کو بلالیں تو اچھا ہے، آپؓ نے فرمایا! وہ مجھے دیکھ چکا ہے، لوگوں نے پوچھا اُس نے آپؓ سے کیا کہا ہے؟ فرمایا! اُس نے یہ کہا ہے اِنِّیۡ اَفۡعَلُ مَا اَشَآءُ (ارادۂ الٰہی) مَیں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

وصال سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپؓ نے منگل کی شام کو بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا۔ آپؓ کے لبوں سے جو آخری الفاظ ادا ہوئے وہ قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تھی تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (یوسف: 102) یعنی مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زُمرہ میں شمار کر۔ آپؓ کی انگھوٹی کا نقش تھا نِعۡمَ الۡقَادِرُ اللّٰہُ یعنی کیا ہی قدرت رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا! میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر دیکھنا کہ کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی، اگر ہو تو اُس کو بھی عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا! اِس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اُسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا! یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے۔ فرمایا! زندے مُردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں۔

غسل، تجہیز و تکفین

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں۔ آپؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کی اہلیہ حضرت اسماءؓ بنت عُمیس آپؓ کو غسل دیں، حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اُن کے ساتھ معاونت کی۔ آپؓ کا کفن دو کپڑوں پر مشتمل جبکہ اِن میں سے ایک غسل کے لئے استعمال ہونے والا تھا، یہ بھی روایت ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر آپؓ کو نبی کریمؐ کی چارپائی پر رکھا گیا (جس پر حضرت عائشہؓ سویا کرتی تھیں) اِسی چارپائی پر آپؓ کا جنازہ اُٹھایا گیا اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ کی قبر اور منبر کے درمیان آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور بوقت رات اِسی حجرہ میں رسول اللہؐ کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا، آپؓ کا سر رسول اللہؐ کے کندھوں کے مقابل میں رکھا گیا۔ تدفین کے وقت حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت عثمانؓ بن عفّان، حضرت طلحہؓ بن عُبید اللہ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ قبر میں اُترے اور تدفین کی۔

ازواج و اولاد

آپؓ کی چار بیویاں قُتیلہ بنت عبد العُزیٰ (والدہ حضرت عبداللہؓ وحضرت اسماءؓ)، حضرت اُمّ رومان بنت عامر (والدہ حضرت عبدالرحمٰنؓ وحضرت عائشہؓ)، حضرت اسماءؓ بنت عُمیس (والدہ محمد بن ابوبکرؓ) اور حضرت حبیبہؓ بنت خارجہ (والدہ حضرت اُمّ کلثوم، جن کی ولادت حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی) تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نظام حکومت

آپؓ کو جب کوئی امر پیش آتا اور اہل الرّائے کا مشورہ درکار ہوتا تو آپؓ مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت مُعاذؓ بن جبل، حضرت اُبَیؓ بن کعب اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو بھی بلاتے یا بعض اوقات زیادہ تعداد میں مہاجرین و انصار کو جمع فرماتے۔

قیام بیت المال

عہد حضرت ابوبکرؓ میں بوجہ فتوحات علاوہ دوسری مدّات غنیمت اور جزیہ کی آمد میں بھی کافی زیادہ اضافہ ہوگیا۔ آپؓ کو ایک بیت المال قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ تقسیم اور خرچ ہو جانے تک مال وہاں رکھا جاسکے، چنانچہ آپؓ نے اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے ایک مکان اِس کے لئے مختص کر دیا لیکن یہ بیت المال برائے نام ہی رہا کیونکہ آپؓ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ نقد اور جنس آنے کے ساتھ ہی تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آپؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپؓ کی ضروریات کا انتظام بھی (سالانہ تین ہزار دِرہم یا کُل عہد خلافت میں چھ ہزار دِرہم) وظیفۂ بیت المال سے کیا گیا، آپؓ پہلے والی تھے جس کی رعایا نے اُس کے مصارف منظور کئے۔ کتب سیرت میں بالاتفاق یہ ملتا ہے اگرچہ آپؓ نے بیت المال سے اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وظیفہ لیا مگر بوقت وفات تمام رقوم واپس کر دیں۔

عہد صدیقی میں محکمہ قضاء، اِفتاء اور کتابت کا نظام

آپؓ نے اجراء نظام محکمۂ قضاء نیز عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے محکمۂ اِفتاء کا قیام فرمایا، آپؓ کے عہد خلافت میں نظام دیوان قائم نہ ہؤا تھا لیکن سرکاری احکامات کی تحریر، معاہدوں کی ترقین اور دوسرے تحریری کاموں کے لئے کچھ حضرات مخصوص تھے۔

دَورحضرت ابوبکرؓ میں کوئی باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا

بوقت جہاد ہر مسلمان مجاہد ہوتا، فوجی تقسیم بمطابق قبائل ہوتی، ہر قبیلہ کا امیر الگ الگ اور اُن سب پر امیر الأُمراء کا عہدہ ہوتا جو کہ آپؓ کی ایجاد تھی۔ آپؓ نے فراہمیٔ سامان جنگ کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اُس کا ایک معقول حصہ فوجی اخراجات کے لئے علیٰحدہ نکال لیتے، جس سے اسلحہ اور باربرداری کے جانور خرید لیتے، مزید جہاد کے اونٹوں کے لئے بعض چراگاہیں مخصوص کر دی تھیں۔ آپؓ جنگ پر جانے والے سپہ سالاروں اور کمانڈروں کو ہدایات بھی دیتے، اِس تناظر میں حضور انور ایدہ اللہ نے آپؓ کی لشکر اُسامہؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے پُرحکمت نصائح کا تذکرہ فرمایا نیز حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کو جنگ شام کے لئے بھجواتے ہوئے ارشاد فرمودہ زریں نصائح کی بابت یاددہانی کروائی کہ اِس کا ذکر مَیں گزشتہ ایک خطبہ میں بھی کر چکا ہوں، بعض اہم باتوں کا خلاصہ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں، یہ بڑی ضروری اور ہر عہدہ دار کے لئے یاد رکھنے والی باتیں ہیں اور اِن سے کاموں میں برکت پڑے گی۔

اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم اور طریقہ کار تقرری عمّال

آپؓ کے عہد خلافت میں بلاد اسلامیہ کو مختلف ریاستوں میں تقسیم کیا گیا، اِن میں آپؓ نے اُمراء اور گورنر مقرر کئے، مدینہ اِن کا دارالخلافہ تھا جہاں آپؓ بحیثیت خلیفہ تھے۔ آپؓ سنت نبی کریمؐ پر عمل پیراء کسی قوم پر گورنر مقرر کرتے ہوئے اِس بات کا خیال رکھتے کہ اگر اِس قوم میں نیک و صالح افراد ہوتے تو اُنہی میں سے گورنر مقرر فرماتے، عاملین کے انتخاب میں اولیتِ اسلام کو دیکھا جاتا نیز ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا جو درسگاہ نبوتؐ سے تربیت یافتہ ہو۔ کبھی قبائلی عصبیت یا اَقرباء نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا، اِسی سخت اصول اور بلند معیاری کا نتیجہ تھا کہ آپؓ کے مقرر کردہ عمّال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے استعمال کیں۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19/اگست 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں سلطنتِ روم کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

تم اپنے رب کی اطاعت کرنا، اپنے امرا کی خلاف ورزی نہ کرنا اور اپنی نیت رضائے الٰہی کے لیے خالص رکھنا

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ اعمال ان کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا اور تمہیں ایک کلمہ پر جمع کیا اور تمہارے درمیان صلح کروائی۔ تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور تم سے شیطان کو دُور کیا

نصیر احمد صاحب شہید ابن عبدالغنی صاحب (ربوہ) کی شہادت پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

بدری صحابہ کے ذکر میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا ذکر

چل رہا تھا اور آپؓ کے دور میں جو واقعات ہوئے ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں

شام کی طرف جو پیش قدمی ہوئی

اس بارے میں آج ذکر ہو گا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ باغی مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے اور عرب مستحکم ہو گیا تو آپؓ نے بیرونی جارحیت کے مرتکب مخالفین میں سے اہلِ روم سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا؛ مگر ابھی تک کسی کو اس سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ جارح قوم تھے۔ مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ ملک شام کی حکومت کو، جو آج کل شام ہے، سلطنتِ روم کہا جاتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کو قیصرِ روم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

آپؓ ابھی اسی غور و فکر میں لگے ہوئے تھے کہ اسی دوران حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کیا آپؓ شام پر لشکر کشی کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہاں ارادہ تو ہے لیکن ابھی کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تم نے کس وجہ سے یہ سوال کیا ہے؟ حضرت شرحبیلؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشوار گزار پہاڑی راستے پر چل رہے ہیں۔ پھر آپؓ ایک بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور آپؓ کے ساتھ آپؓ کے ساتھی بھی ہیں۔ پھر آپؓ اس چوٹی سے اتر کر ایک نرم زرخیز زمین میں آ گئے جس میں فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے موجود ہیں اور آپؓ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مشرکین پر حملہ کر دو۔ مَیں تمہیں فتح اور مالِ غنیمت کے حصول کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور مَیں بھی جھنڈے کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھا۔ میں ایک بستی کی طرف گیا تو اس کے رہنے والوں نے مجھ سے امان طلب کی۔ میں نے انہیں امان دے دی۔ پھر میں آپؓ کے پاس واپس پہنچا تو آپ ایک عظیم قلعہ تک پہنچ چکے تھے۔ آپؓ کو فتح عطا کی گئی۔ انہوں نے آپؓ سے صلح کی درخواست کی۔ پھر آپؓ کے لیے ایک تخت رکھا گیا۔ آپؓ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر آپؓ سے ایک کہنے والے نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو فتح سے نوازا ہے اور آپؓ کی مدد کی ہے لہٰذا آپؓ اپنے رب کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت کرتے رہیں۔ پھر اس شخص نے ان آیات کی تلاوت کی کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۲﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۳﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۴﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے گی اور تُو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ یہ لمبی خواب تھی۔

اس پر حضرت ابوبکرؓ نے یہ خواب سن کے فرمایا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اور اچھا ہی ہو گا ان شاء اللہ۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس خواب میں

تم نے فتح کی خوشخبری اور میری موت کی اطلاع بھی دی ہے

یہ بات کہتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؓ نے فرمایا، رہا وہ پتھریلا علاقہ جس پر چلتے ہوئے ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے اور وہاں سے نیچے جھانک کر لوگوں کو دیکھا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس لشکر کے معاملہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان لشکر والوں کو بھی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔ اس کے بعد پھر ہمیں غلبہ اور استحکام حاصل ہو جائے گا اور جہاں تک ہمارا پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر زرخیز زمین کی طرف جانے کا تعلق ہے جس میں سرسبز و شاداب فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے تھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ آسانی پائیں گے جس میں خوشحالی اور فراخی ہو گی اور ہمیں پہلے سے زیادہ زرخیز زمین میسر آئے گی۔ جہاں تک میرا مسلمانوں کو یہ حکم دینے کا تعلق ہے کہ دشمن پر حملہ کرو، مَیں فتح اور مالِ غنیمت کی ضمانت دیتا ہوں تو اس سے مراد میرا مسلمانوں کو مشرکین کے ممالک کی طرف بھیجنا اور انہیں جہاد پر ابھارنا ہے۔ اور جہاں تک اس جھنڈے کا تعلق ہے جو تمہارے پاس تھا جس کو تم لے کر ان بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف گئے اور اس میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے تم سے امان طلب کی اور تم نے انہیں امان دے دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس علاقے کو فتح کرنے والے امرا میں سے ایک ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دے گا اور رہا وہ قلعہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فتح کرایا تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ میرے لیے فتحیاب کرے گا اور جہاں تک اس تخت کا تعلق ہے جس پر تُو نے مجھے بیٹھا ہوا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت و رفعت سے نوازے گا اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور جہاں تک اس آدمی کا تعلق ہے جس نے مجھے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا اور میرے سامنے سورۂ نصر کی تلاوت کی تو اس طرح اس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔ یہی سورت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپؐ کو علم ہو گیا تھا کہ اس سورت میں آپؐ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ... جلد۲ جزء۱ صفحہ ۱۰۹-۱۱۰ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

(تاریخ دمشق الکبیر جلد۱ جزء۲ صفحہ ۴۴ ذکر اهتمام ابوبکرؓ... الخ)

(مردانِ عرب حصہ اول از علامہ عبد الستار ہمدانی صفحہ 108-109 مطبوعہ 2013ء)

تو یہ تعبیر حضرت ابوبکرؓ نے اس خواب کی فرمائی۔

بہرحال جب حضرت ابوبکرؓ نے شام کی فتح کے لیے لشکر تیار کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مشورے کے لیے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت

سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور اہلِ بدر میں سے کبار مہاجرین و انصار نیز دیگر صحابہؓ کو طلب کیا۔ جب یہ اصحاب آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ اعمال ان کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا اور تمہیں ایک کلمہ پر جمع کیا اور تمہارے درمیان صلح کروائی۔ تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور تم سے شیطان کو دور کیا۔

اب شیطان کو تمہارے شرک میں مبتلا ہونے اور خدا کے سوا کسی اَور کو معبود بنانے کی امید نہیں رہی۔ آج عرب ایک امّت ہیں جو ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں ان کو رومیوں سے جنگ کے لیے شام بھجواؤں۔ جو ان میں سے مارا گیا وہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے جو زندہ رہا وہ دینِ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب آپ لوگوں میں سے ہر شخص اپنی رائے کے مطابق مشورہ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے مشورہ مانگا۔

اس پر حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے خیر و برکت سے نوازتا ہے۔

اللہ کی قسم! بھلائی کے جس معاملے میں بھی ہم نے آپؓ سے آگے بڑھنا چاہا آپؓ اس میں ہمیشہ ہم پر سبقت لے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

اللہ کی قسم! میں آپؓ سے اسی مقصد کے لیے ملاقات کرنا چاہتا تھا جو آپؓ نے ابھی بیان کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں یہ بات آپؓ سے کر نہ سکا حتی کہ آپ نے خود ہی اس کا تذکرہ کر دیا۔ یقیناً آپؓ کی رائے صحیح ہے۔ اللہ نے آپ کو صحیح راہ کا ادراک عطا فرمایا ہے۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت علیؓ اور دیگر تمام حاضرینِ مجلس مہاجرین اور انصار نے آپ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا ہم آپؓ کی بات بھی سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔ ہم آپؓ کی حکم عدولی نہیں کریں گے اور آپؓ کی تحریک پر لبیک کہیں گے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے دوبارہ کھڑے ہوئے اور آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی نعمت دے کر تم پر بڑا احسان کیا۔ تمہیں جہاد کے ذریعہ سے معزز کیا۔ تمہیں دینِ اسلام کے ذریعہ دوسرے ادیان پر فضیلت دی۔ لہٰذا اللہ کے بندو! ملکِ شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب میں تمہارے امرا مقرر کرنے والا ہوں اور انہیں تمہارا کمانڈر بنانے لگا ہوں۔

تم اپنے رب کی اطاعت کرنا، اپنے امرا کی خلاف ورزی نہ کرنا اور اپنی نیت رضائے الٰہی کے لیے خالص رکھنا۔ سیرت و کردار بہتر سے بہتر بنانا اور کھانا پینا صحیح رکھنا۔ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور احسان کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اے لوگو! اپنے رومی دشمن سے جنگ کے لیے شام کی طرف نکلو اور مسلمانوں کے امیر حضرت خالد بن سعیدؓ ہوں گے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ… جلد۲ جزء۱ صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

ملک شام کی فتوحات کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

سب سے پہلے حضرت خالد بن سعیدؓ کو روانہ فرمایا

چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ جب حج کر کے واپس مدینہ تشریف لائے تو تیرہ ہجری میں آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو ایک لشکر کے ہمراہ شام کی طرف روانہ فرمایا جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تھا اسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا

سب سے پہلا جھنڈا جو شام کی فتح کے لیے لہرایا گیا وہ حضرت خالد بن سعیدؓ کا تھا۔

اس کے علاوہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے خلاف گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے تھے تو اس وقت ہی آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو بھرتی کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور صرف ان سے جنگ کرنا جو تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ میری طرف سے کوئی اَور حکم آ جائے۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، ذکر فتوح الشام، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۳۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 78 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت ابوبکرؓ نے رومیوں کے خلاف جنگ کے لیے اہل مدینہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے مسلمانوں کو بھی تیار کرنا شروع کیا اور انہیں جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ نے اہل یمن کی طرف بھی ایک خط لکھا جس کا متن اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے اہل یمن میں سے مومنین اور مسلمانوں کے ہر فرد کے لیے جس پر یہ پڑھا جائے، تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس کے لیے تھوڑی تیاری یا بھرپور تیاری کر کے نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ پس جہاد لازمی فریضہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کا اجر عظیم ہے اور ہم نے مسلمانوں کو شام میں رومیوں سے جہاد کے لیے تیاری کا حکم دیا ہے۔ ان کی نیتیں اچھی اور مرتبہ بلند ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! اپنے رب کے فرض اور اس کے نبی کی سنت اور دو میں سے ایک نیکی کی طرف جلدی کرو؛ یا تو شہادت یا پھر فتح اور مال غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بےعمل باتوں سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس کے دشمنوں سے جہاد ترک کرنے سے راضی ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور قرآن کریم کے حکم کو مان لیں۔ اللہ تمہارے دین کی حفاظت کرے اور تمہارے دلوں کو ہدایت دے اور تمہارے اعمال کو پاک کر دے اور تمہیں صبر کرنے والے مجاہدین جیسا اجر عطا کرے۔

حضرت ابوبکرؓ نے یہ خط حضرت انس بن مالکؓ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں یمن پہنچا اور ایک ایک محلے اور ایک ایک قبیلے سے آغاز کیا۔ میں ان کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کا خط پڑھتا تھا اور جب میں خط پڑھنے سے فارغ ہوتا تھا تو کہتا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مسلمانوں کا پیغام رساں ہوں۔ غور سے سنو! میں نے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ ایک لشکر کی صورت میں جمع ہیں۔ انہیں اپنے دشمن کی طرف روانہ ہونے سے صرف تمہارا (یعنی مدینہ آمد کا) انتظار روکے ہوئے ہے۔ پس تم جلدی سے اپنے بھائیوں کی طرف کوچ کرو۔ اے مسلمانو! اللہ تم پر رحم کرے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ… جلد ۲ جزء ۱ صفحہ ۱۱۵–۱۱۶ عالم الکتب ۱۹۹۷ء)

حضرت انسؓ مدینہ واپس پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے عرض کیا کہ یمن کے بہادر، دلیر اور شہسوار پراگندہ بالوں والے اور گرد و غبار سے بھرے ہوئے آپؓ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ وہ اپنے مال و اسباب اور بیوی بچوں کے ساتھ نکل چکے ہیں۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 439 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

دوسری طرف حضرت خالد بن سعیدؓ تَیْمَاء پہنچ کر وہیں مقیم ہو گئے اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آملیں۔

رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے زیر اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لیے فوجیں طلب کیں۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو رومیوں کی اس تیاری کے متعلق لکھا۔حضرت ابوبکرؓ نے جواباً لکھا کہ تم پیش قدمی کرو اور ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ اس پر حضرت خالد بن سعیدؓ رومیوں کی طرف بڑھے مگر جب آپؓ ان کے قریب پہنچے تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور انہوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔حضرت خالد بن سعیدؓ اس جگہ پر قابض ہو گئے اور اکثر لوگ جو آپؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع دی۔حضرت ابوبکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔حضرت خالد بن سعیدؓ ان لوگوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں ان کے مقابلے پر ایک رومی پادری باہان نامی آیا۔حضرت خالد بن سعیدؓ نے اسے شکست دی اور اس کے لشکروں میں سے بہتوں کو قتل کیا اور باہان نے فرار ہو کر دمشق کی طرف پناہ لی۔حضرت خالد بن سعیدؓ نے اس کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو دے کر مزید کمک طلب کی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس یمن سے جہادِ شام کی غرض سے ابتدائی طور پر کوچ کر کے آنے والے لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ مکہ اور یمن کے درمیان کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں حضرت ذُوالْکَلَاعؓ بھی تھے۔ نیز حضرت عکرمہؓ بھی مرتدین کے خلاف جنگ سے کامیاب ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس واپس لَوٹے تھے جن کے ساتھ کچھ علاقوں کے اَور لوگ بھی تھے۔ ان سب کے متعلق حضرت ابوبکرؓ نے امرائے صدقات کو لکھا کہ جو لوگ تبدیلی کے خواہاں ہوں ان کو تبدیل کر دو تو سب نے تبدیل ہونا چاہا اور ان سب کو بدل کر ایک نیا لشکر تیار کیا گیا۔ اس لیے اس لشکر کا نام جَیْشُ الْبِدَال پڑ گیا۔ یہ فوجیں حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچیں۔ اس کے بعد بھی حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو شام کی جنگ کے لیے ترغیب دلاتے رہے۔حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو حضرت خالد بن سعیدؓ کی طرف شام پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ وہ جب خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے انہیں بتایا کہ اہل مدینہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بے تاب ہیں اور حضرت ابوبکرؓ فوجیں بھیجنے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن سعیدؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے اس خیال سے کہ رومیوں پر فتح یابی کا فخر انہی کے حصہ میں آئے حضرت ولید بن عقبہؓ کو ساتھ لے کر رومیوں کی عظیم الشان فوج پر حملہ کرنا چاہا جس کی قیادت ان کا سپہ سالار باہان کر رہا تھا۔

(کامل فی التاریخ جلد۲ صفحہ۲۵۲، ۲۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(البدایہ والنہایہ جلد۴ جزء۷ صفحہ۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 340-341 مطبوعہ بک کارنر شوروم جہلم)

گویا حضرت خالد بن سعیدؓ نے رومی لشکر پر حملہ کرتے وقت حضرت ابوبکرؓ کی اس ہدایت کو نظر انداز کر دیا کہ تم اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے اور بہرحال وہ اپنی پشت کے دفاع سے غافل ہو گئے اور دیگر امراء کے پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں سے جنگ شروع کر دی۔ باہان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے سامنے سے ہٹ کر دمشق کی طرف نکل گیا۔ باہان کا پیچھے ہٹنا اصل میں ایک چال تھی۔ وہ مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر پیچھے سے ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس خطرے سے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خبردار کیا تھا لیکن کامیابی کے جذبے نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو خلیفۂ وقت کی اس تنبیہ سے غافل کر دیا اور آگے بڑھنے پر اکسا دیا۔حضرت خالد بن سعیدؓ دشمن کی فوج میں آگھسے گئے۔ اس وقت ان کے ہمراہ حضرت ولید بن عقبہؓ کے علاوہ حضرت ذوالکلاعؓ اور حضرت عکرمہؓ بھی تھے۔ وہاں حضرت خالد بن سعیدؓ کو باہان کی فوجی چوکیوں نے ایک ساتھ مل کر محصور کر لیا اور ان کے راستے روک لیے۔حضرت خالدؓ کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد باہان نے پیش قدمی کی اور ایک جگہ حضرت خالد کے بیٹے سعید کو کچھ لوگوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں گھومتے ہوئے پایا اور ان سب کو قتل کر دیا۔حضرت خالد بن سعیدؓ کو اس کی خبر ہوئی یعنی ان کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی، شہید ہونے کی خبر ہوئی، تو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ وہاں سے فرار ہو گئے اور بجائے اس کے کہ مقابلہ کرتے وہاں سے چھوڑ کے چلے گئے۔ ان کے بعد بہت سے ساتھی بھی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے منقطع ہو گئے۔ خالد شکست کھاتے ہوئے ذُوالْمَرْوَہ تک پہنچ گئے مگر حضرت عکرمہؓ اپنی جگہ سے نہ ہٹے بلکہ مسلمانوں کی مدد کرتے رہے۔ **ذوالمروہ** مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے کوئی چھیانوے میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ بہرحال حضرت عکرمہؓ نے باہان اور اس کی فوجوں کو حضرت خالد کا تعاقب کرنے سے باز رکھا۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابوبکرؓ کو ہوئی تو آپ نے حضرت خالدؓ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ البتہ بعد میں جب انہیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس فعل پر معافی مانگی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جزء الثانی صفحہ ۳۳۳-۳۳۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۲ء)

(ماخوذ از سیدنا ابوبکر صدیقؓ از ہیکل مترجم صفحہ 341)

(فرہنگ سیرت صفحہ 56و269 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت خالد بن سعیدؓ کی اس ناکامی کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عزم و حوصلہ میں ہرگز فرق نہ آیا۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عکرمہؓ اور حضرت ذُوالْکَلَاعؓ اسلامی لشکروں کو رومیوں کے چنگل سے بچا کر واپس شام کی سرحدوں پر لے آئے ہیں اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک لحہ ضائع کیے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سلسلہ میں چار بڑے لشکر تیار کیے جنہیں شام کے مختلف علاقوں کی جانب روانہ کیا۔ ان کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

ایک لشکر جو پہلا تھا یزید بن ابوسفیان کا تھا۔ یہ حضرت معاویہؓ کے بھائی تھے اور ابوسفیان کے خاندان میں بہترین آدمی تھے۔ بطور کمک بھیجے جانے والے ان چار لشکروں میں سے یہ پہلا لشکر تھا جو شام کی طرف آگے بڑھا۔حضرت ابوبکرؓ نے اس لشکر کا امیر حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو بنایا۔ ان کے ذمہ دمشق پہنچ کر اس کو فتح کرنا اور دیگر تین لشکروں کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا تھا۔ اس لشکر کی تعداد ابتدا میں تین ہزار تھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے مزید امداد بھیجی جس سے ان کی تعداد تقریباً سات ہزار ہو گئی۔حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے اس لشکر میں مکہ کے لوگوں میں سے سُہَیل بن عمرو اور ان جیسے اور ذی مرتبہ لوگ بھی شریک تھے۔ سُہَیل بن عمرو زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرکردہ لوگوں اور زیرک سرداروں میں سے تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے انہوں نے کفارِ مکہ کی نمائندگی کی تھی۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 441 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد۲ صفحہ ۵۸۵-۵۸۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے لیے جھنڈا باندھا تو ربیعہ بن عامر کو بلایا اور ان کے لیے بھی ایک جھنڈا باندھا اور انہیں فرمایا کہ تم یزید بن ابوسفیان کے ساتھ جاؤ گے۔ ان کی نافرمانی اور مخالفت نہ کرنا۔ پھر آپؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ سے فرمایا اگر تم اپنے مقدمۃ الجیش کی نگرانی ربیعہ بن عامر کے سپرد کرنا مناسب سمجھو تو ضرور ایسا کرنا۔ ان کا شمار عرب کے بہترین شہسواروں اور تمہاری قوم کے صلحاء میں سے ہوتا ہے اور میں بھی امید رکھتا ہوں کہ یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں۔ اس پر حضرت یزیدؓ نے عرض کیا کہ ان کے بارے میں آپؓ کے حسن ظن اور ان کے متعلق آپؓ کی امید نے میرے دل میں ان کی محبت کو اَور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے تو حضرت یزیدؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم! یا تو آپؓ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپؓ کے ساتھ پیدل چلنا شروع کر دوں کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ خود تو سوار ہوں اور آپؓ پیدل چلیں۔ اس پر

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: نہ تو میں سوار ہوں گا اور نہ ہی تم سواری سے نیچے اترو گے۔ میں اپنے ان قدموں کو اللہ کی راہ میں اٹھتے ہوئے سمجھتا ہوں۔

پھر آپؓ نے حضرت یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید! میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اس کی اطاعت کرنے، اس کی خاطر ایثار کرنے اور اس سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جب دشمن سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو اور اللہ تمہیں فتح نصیب کرے تو تم خیانت نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا یعنی لوگوں کی، مقتولوں کی شکلیں نہ بگاڑنا اور تم بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی دکھانا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے

کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کو جلانا اور نہ ہی انہیں تباہ و برباد کرنا اور کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ تم کسی جانور کو ذبح نہ کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ بلاوجہ جانوروں کو بھی ذبح نہیں کرنا یا مارنا نہیں۔ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا، پس تم انہیں اور اس چیز کو جس کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہو گا چھوڑ دینا۔ یعنی جو راہب ہیں، گرجوں کے پادری ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا اور تم کچھ ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے کہ شیطان نے ان کے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے۔ ان کے سروں کا درمیانی حصہ اس طرح ہو گا جیسے تیتر نے انڈے دینے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا ہو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف سے پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے۔ پس تم ان کے سروں کے صاف کیے ہوئے حصوں پر تلوار سے ضرب لگانا۔ ان لوگوں کو جو مارنے کا حکم ہے، ان لوگوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا ایک گروہ تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر تھے جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں، گرجوں کے اندر ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے وہ لوگ، جو جنگ کے لیے بھڑکاتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں، ان سے بہرحال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ ان سے جنگ کرنی ہے یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں یا بے بس ہو کر جزیہ دیں۔

جو اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے۔

اور میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ... جلد۲ جزء۱ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۲۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اَور روایت میں ان کے علاوہ مزید ہدایت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو فرمایا میں نے تمہیں والی مقرر کیا تا کہ تمہیں آزماؤں، تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔ اگر تم نے اپنے فرائض بحسن و خوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا۔ اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔ اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو۔ وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔ میں نے خالد بن سعید کی جگہ تم کو مقرر کیا ہے۔ جاہلی تعصّب سے بچنا۔ اللہ کو یہ باتیں اور ایسا کرنے والا انتہائی ناپسند ہیں۔ جب تم اپنے لشکر کے پاس پہنچو تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا اور ان کو خیر کا وعدہ دلانا اور جب انہیں وعظ و نصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ تم اپنے نفس کو درست رکھو، لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔ لیڈر اپنے آپ کو ٹھیک رکھیں تو لوگ خود درست ہو جائیں گے۔ اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع و سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا، ان میں خشوع و خضوع کا مکمل اہتمام کرنا اور جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا۔ سفیر آتا ہے تو اس کی عزت کرنی ہے۔ انہیں بہت کم ٹھہرانا اور تمہارے لشکر سے جلد نکل جائیں تا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ یہ بھی حکمت ہے کہ سفیر آئیں تو ان کو کم سے کم ٹھہراؤ اور جلدی رخصت کر دو۔ اور اپنے امور پر ان کو مطلع نہ ہونے دینا کہ انہیں تمہاری خرابی کا پتہ چل جائے اور وہ تمہاری معلومات حاصل کر لیں۔ انہیں اپنے لشکر کے جمگھٹے میں رکھنا۔ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا ورنہ تمہارا معاملہ خلط ملط ہو جائے گا۔ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔

یہ بھی ایک اصول ہے کہ جس سے مشورہ لینا ہے اس کو پھر ہر باریک بات بھی بتانی پڑتی ہے تا کہ وہ صحیح مشورہ دے سکے اور کم سے کم نقصان ہو۔

رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو تمہیں بہت سی خبریں مل جائیں گی اور رات کو معلومات اکٹھی کرو تو پوشیدہ باتیں تم پر ظاہر ہو جائیں گی۔ حفاظتی دستہ میں زیادہ افراد کو رکھنا اور انہیں اپنی فوج میں پھیلا دینا اور اکثر بغیر اطلاع دیے اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔ جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا اور سزا دیتے ہوئے افراط سے کام نہ لینا۔ رات میں ان کی باریاں مقرر کرنا۔ اول شب کی باری آخری شب سے لمبی رکھنا کیونکہ دن سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ باری آسان ہوتی ہے۔ شروع رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ لمبی رکھو کیونکہ اس میں جاگنا آسان ہے اور آخری رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ ذرا کم ہو۔ سزا کے مستحق کو سزا دینے سے مت ڈرنا۔ اس میں نرمی نہ کرنا۔ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظرانداز کرنا۔ پھر فرمایا کہ اپنی فوج سے غافل نہ رہنا کہ وہ خراب ہو جائیں اور ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ ان کی راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔ ان کے ظاہر پر اکتفا کرنا۔ بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔ سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھنا۔ دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت ڈٹ جانا۔ بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا؛ یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے۔ تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا۔ پس تم انہیں اور جس کام میں انہوں نے اپنے آپ کو مشغول رکھا ہو گا اسے چھوڑ دینا۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد۲ صفحہ ۲۵۳-۲۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۶ء)

تو یہ ایک مکمل لائحہ عمل ہے جو ہر لیڈر کے لیے، ہر عہدے دار کے لیے، کام کرنے کے لیے، عمل کرنے کے لیے بڑا ضروری ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزیدؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں الوداع کرتے ہوئے فرمایا:

تم پہلے شخص ہو جسے میں نے مسلمانوں کے معززین پر امیر مقرر کیا ہے جو نہ تو کم حیثیت کے لوگ ہیں نہ کمزور، نہ گھٹیا، نہ مذہبی تشدد رکھنے والے ہیں۔

پس تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا اور اپنا بازو ان پر جھکائے رکھنا اور ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرنا، حسن سلوک کرنا۔ اللہ تمہارے لیے تمہارے ساتھیوں کو حسن سلوک کرنے والا بنائے۔ اور پھر فرمایا کہ ہماری خلافت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد فرمائے۔

پھر حضرت یزیدؓ اپنے لشکر کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ ہر صبح شام نمازِ فجر اور عصر کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے

کہ اے اللہ! تُو نے ہمیں پیدا کیا ہم کچھ بھی نہ تھے۔ پھر تُو نے اپنی جناب سے رحمت اور فضل نازل کرتے ہوئے ہماری طرف ایک رسولؐ بھیجا۔ پھر تُو نے ہمیں ہدایت دی جبکہ ہم گمراہ تھے اور تُو نے ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی جبکہ ہم کافر تھے۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور تُو نے ہمیں زیادہ کیا۔ ہم پراگندہ تھے، تُو نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ ہم کمزور تھے، تُو نے ہمیں طاقت بخشی۔ پھر تُو نے ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکین سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں اور وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ بے بس ہو چکے ہوں۔ یا تو مسلمان ہو جائیں یا اگر مسلمان نہیں ہوتے تو پھر جزیہ ادا کریں۔ اے اللہ! ہم تیرے اس دشمن سے جہاد کے بدلے تیری خوشنودی کے خواہاں ہیں جس نے تیرے ساتھ شریک ٹھہرایا اور تیرے سوا اَور معبودوں کی عبادت کی۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ظالم جو کہتے ہیں تیری شان اس سے بہت بلند ہے۔ اے اللہ! اپنے مشرک دشمنوں کے مقابلے میں اپنے مسلمان بندوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! انہیں آسان فتح نصیب فرما اور ان کی بھرپور مدد کر۔ ان میں سے جو کم ہمت ہیں انہیں بہادر بنا دے اور ان کے قدموں کو ثبات بخش اور ان کے دشمنوں کو لڑکھڑا دے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کو تباہ و برباد کر دے اور انہیں جڑ سے کاٹ ڈال اور ان کی کھیتیوں کو تباہ کر دے اور ہمیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے اموال اور ان کے نشانات کا وارث بنا اور تُو

ہمارا ولی اور ہم پر مہربان ہو جا۔ اور ہمارے معاملات کو درست کر دے۔ تیری نعمتوں سے حصہ پانے کے لیے ہمیں شکر گزار لوگوں میں سے بنا دے۔ تُو ہمیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے۔ ان میں سے جو زندہ ہیں ان کو بھی اور جو وفات پا چکے ہیں ان کو بھی۔ اللہ ہمیں اور تمہیں دنیا اور آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی سے کھڑا رہنے والا بنائے۔ یقیناً وہ مومنوں کے ساتھ بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ... جلد۲ جزء۱ صفحہ۱۱۸-۱۱۹ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

دوسرا لشکر جو تھا شُرَحْبِیل بن حَسَنہؓ کا تھا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبداللہ بن مُطَاع اور والدہ کا نام حَسَنہ تھا۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور حضرت شرحبیلؓ کے والد ان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شرحبیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شرحبیلؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں سڑسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۹-۶۲۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی روانگی کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کی روانگی کے تین دن بعد کی تاریخ مقرر فرمائی۔ جب تیسرا دن گزر گیا تو آپ نے حضرت شرحبیل کو الوداع کہا اور فرمایا، اے شرحبیل! کیا تم نے یزید بن ابوسفیان کو جو وصیت میں نے کی اس کو نہیں سنا۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پہلے میں نے سنی ہیں (جو نصیحتیں مَیں نے پڑھی ہیں)۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں تمہیں اسی کی مانند وصیت کرتا ہوں اور ان باتوں کی بھی وصیت کرتا ہوں جن کا ذکر یزید کو کرنا بھول گیا تھا۔

میں تمہیں نماز وقت پر ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں

اور جنگ کے روز ثابت قدم رہنے کی یہاں تک کہ تم فتح حاصل کر لو یا شہید ہو جاؤ اور مریضوں کی عیادت کرنے اور جنازوں میں شامل ہونے اور ہر حال میں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے آپؓ سے عرض کیا کہ یزید ان صفات پر پہلے ہی کاربند ہے اور شام جانے سے قبل ہی اس پر دوام اختیار کیے ہوئے تھا۔ اب وہ اس کو زیادہ لازم کر لے گا ان شاء اللہ۔ حضرت شرحبیلؓ نے جواب دیا: اللہ سے مدد مانگتے ہیں جو اللہ چاہے گا وہی ہو گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو الوداع کہا اور اپنے لشکر کے ساتھ جانبِ شام روانہ ہو گئے۔ حضرت شرحبیلؓ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ آپ کو یہ حکم فرمایا کہ تبوک اور بَلْقَاء جائیں اور پھر بُصریٰ کا رخ کریں اور یہ آخری منزل ہو۔ بُصریٰ شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے۔ حضرت شرحبیلؓ بَلْقَاء کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوئی قابل ذکر مقابلہ نہ ہوا۔ بَلْقَاء بھی شام کے علاقہ میں واقع ہے آپ کا لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بائیں اور لشکر عمرو بن عاص کے دائیں جانب چلتے ہوئے بَلْقَاء پہنچا اور اندر گھس گیا اور بُصریٰ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا لیکن فتح حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ رومیوں کے محفوظ اور مضبوط مراکز میں سے تھا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 446-447 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ...... جلد۲ جزء۱ صفحہ۱۲۰ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 58، 61 زوار اکیڈمی کراچی)

تیسرا لشکر ابوعبیدہ بن جَرَّاح کا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن جراح تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اپنی کنیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ آپؓ کے نسب کو آپ کے دادا جَرَّاح سے جوڑا جاتا ہے۔ آپ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ ان کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال تھی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء ثالث صفحہ ۴۷۵، عامر بن عبد اللہ، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ۲۰۰۵ء)

(اسد الغابة فی معرفة الصحابہ جلد ثالث صفحہ ۱۲۶، عامر بن عبد اللہ، دارالکتب العلمیة ۲۰۰۸ء)

(استیعاب جلد دوم صفحہ ۳۴۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

تیسرا لشکر جو حضرت ابوبکرؓ نے شام کی جانب روانہ کیا جیسا کہ میں نے کہا اس کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ ان کو حِمص کی جانب روانہ فرمایا ہے۔ حِمص بھی دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم شہر ہے اور بڑا شہر تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر کی تعداد سات ہزار تھی جبکہ ایک روایت کے مطابق آپ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ راستے میں گزرتے ہوئے بلقاء کی ایک بستی مَآب کے پاس سے گزرے۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا بلکہ خیموں کی ایک بستی تھی۔ وہاں کے لوگوں سے آپ کی جنگ ہوئی مگر پھر ان لوگوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جس پر آپ نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔ یہ سب سے پہلی صلح تھی جو شام کے علاقے میں ہوئی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۳۳، ۳۴۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ از صلابی صفحہ 447)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ قیس بن هُبَیْرَہ کو بھی روانہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے متعلق ابوعبیدہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارے ساتھ عرب کے شہسواروں میں سے ایک عظیم شرف و منزلت کا شخص ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ جہاد کے معاملے میں اس سے بڑھ کر کوئی نیک نیت ہو۔ اس کی رائے اور مشورے سے اور جنگی قوت سے مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کو اپنے سے قریب رکھنا اور اس کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کرنا اور اسے یہ محسوس کرانا کہ تم اس سے بے نیاز نہیں ہو۔ اس سے تمہیں اس کی خیرخواہی حاصل رہے گی اور دشمن کے مقابلے میں اس کی کوششیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ حضرت ابوعبیدہؓ وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے قَیس بن هُبَیْرَہ کو بلایا اور فرمایا تمہیں ابوعبیدہ امینِ امت کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ ان پر اگر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے میں ظلم نہیں کرتے اور اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو معاف کر دیتے ہیں اور ان سے تعلق توڑا جائے تو اس کو جوڑنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ مومنوں کے ساتھ بڑے رحیم ہیں اور کفار کے مقابلے میں سخت ہیں۔ تم ان کی حکم عدولی نہ کرنا اور یہ تمہیں خیر ہی کا حکم دیں گے۔ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہاری بات سنیں۔ لہٰذا تم انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم شرک اور دور جاہلیت میں جنگ کے تجربہ کار سردار ہو جبکہ جاہلیت میں گناہ اور کفر پایا جاتا تھا۔ لہٰذا تم اپنی قوت اور بہادری کو اسلام کی حالت میں کافروں اور ان لوگوں کے خلاف استعمال میں لاؤ جنہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجرِعظیم اور مسلمانوں کے لیے عزت و غلبہ رکھا ہے۔ یہ نصیحت سن کر قیس بن هُبَیْرَہ نے عرض کیا، اگر آپ زندہ رہے اور میں بھی زندہ رہا تو آپ کو میرے بارے میں مسلمانوں کی حفاظت اور مشرکوں کے خلاف جہاد کی ایسی خبریں پہنچیں گی جو آپ کو پسندیدہ ہوں گی اور آپ کو خوش کر دیں گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم جیسا شخص ہی ایسا کر سکتا ہے اور جب ابوبکرؓ کو جَابِیَہ میں (رومیوں کے) دو کمانڈروں کے ساتھ ان کی مبارزت اور ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا قیس نے سچ کر دکھایا اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر الجزء ۵۲ ذکر قیس بن هبیرة المکشوح، صفحہ ۳۳۶-۳۳۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۱ء)

یہ ذکر باقی ہے اور آئندہ چلتا رہے گا۔

اس وقت میں

ایک شہید کا بھی ذکر

کرنا چاہتا ہوں۔ ایک

ہمارے شہید نصیر احمد صاحب

ہیں جو عبدالغنی صاحب کے بیٹے تھے۔ ربوہ میں دارالرحمت شرقی میں رہتے تھے۔ بارہ اگست کو ایک معاندِ احمدیت نے خنجروں کے وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق نصیر احمد صاحب بس سٹاپ پر اپنے ایک اخبار فروش دوست کے پاس رکے تو ایک مذہبی جنونی حافظ شہزاد حسن وہاں آ گیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں جس پر نصیر احمد صاحب نے جواباً کہا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ اس پر مذکورہ شخص نے جماعت مخالفانہ نعرے بازی کا مطالبہ کیا۔ انکار پر اپنے تھیلے سے خنجر نکال کر نعرے لگاتے ہوئے نصیر احمد صاحب پر متعدد وار کیے

اور چند سیکنڈ میں اتنے وار کیے کہ وہ جان لیوا ثابت ہوئے۔ بہرحال خنجر کے متعدد واروں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ شہید ہو گئے۔ ان کی عمر شہادت کے وقت باسٹھ سال تھی۔ وقوعہ کے بعد قاتل نے اپنے بیان میں کہا کہ مجھے اس فعل پر کوئی شرمندگی نہیں ہے اور آئندہ بھی موقع ملا تو اس کام سے گریز نہیں کروں گا۔ یہ سارا واقعہ جو ہوا ہے ایک دو منٹ میں بلکہ ایک منٹ کے اندر اندر ہی ہوا اور کہتے ہیں کہ ڈھائی تین منٹ کے اندر اندر ان کو ہسپتال بھی پہنچا دیا تھا لیکن بہرحال اللہ کو یہی منظور تھا اور جو بھی وار تھے وہ جان لیوا ثابت ہوئے اور شہید ہوئے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ شہید مرحوم کے دادا مکرم فیروز دین صاحب آف رائے پور، ضلع سیالکوٹ، کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1935ء میں خلافت ثانیہ میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ پرائمری تعلیم کے بعد انہوں نے آگے پڑھائی نہیں کی اور اپنے آبائی پیشہ زمیندارہ سے منسلک ہو گئے۔ پھر دس سال پہلے یہ باہر بھی کچھ عرصہ رہے۔ ملائیشیا وغیرہ میں ملازمت کرتے رہے پھر پاکستان آ گئے۔ دس سال پہلے یہ رائے پور ضلع سیالکوٹ سے ربوہ شفٹ ہوئے۔ آج کل فارغ تھے۔ کوئی کام نہیں کر رہے تھے۔ دل کے مریض بھی تھے۔ زیادہ وقت محلہ کی سطح پر جماعتی خدمات میں گزارتے تھے۔ اس وقت بھی مجلس انصار اللہ میں بطور منتظم ایثار اور محصل شعبہ مال خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ محلے میں ہر کسی کی مدد بالخصوص یتامیٰ اور غریبوں کی مدد کے لیے ہر دم تیار رہتے۔ مسجد کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے۔ نہایت دیانت دار، محنتی، ملنسار اور دلیر انسان تھے۔ ان کی ٹانگ میں چوٹ لگنے کی وجہ سے فریکچر ہو گیا تھا اس کی وجہ سے چلنے میں بھی دقت تھی لیکن اس کے باوجود بھی رات کے وقت جماعتی طور پر اگر ڈیوٹی اور پہرے کے لیے بلایا جاتا تو حاضر ہو جاتے۔ خطبہ سننے کا باقاعدہ انتظام تھا۔ نمازوں کی ادائیگی کا بالخصوص اہتمام کرتے اور اپنے محلے میں جائزہ بھی لیتے۔ خلافت سے ان کا والہانہ عشق تھا۔ نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ موبائل فون پر تلاوت سماعت کرنا ان کا روزانہ کا معمول تھا اور تقریباً روزانہ دعا کے لیے بہشتی مقبرے بھی جاتے تھے۔ اور صدر محلہ کہتے ہیں کہ جب بھی جماعتی کام کے لیے ضرورت پڑی شہید مرحوم فوراً حاضر ہوتے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے انکار کیا ہو۔

مرحوم کی بیٹی مبارکہ صاحبہ کہتی ہیں کہ شہادت سے چند دن قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے اور صدمہ کا ماحول ہے جس پر صدقہ بھی دیا گیا۔ شہید مرحوم گذشتہ کچھ عرصہ سے خود بھی بار بار اظہار کرتے تھے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا وقت کم رہ گیا ہے۔

ان کی اہلیہ پروین اختر صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں ہیں جو ان کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ان کے بھائی تنویر اختر صاحب کہتے ہیں کہ ظاہری تعلیم اور جماعت کے متعلق اگرچہ علم اتنا نہیں تھا لیکن بچپن سے ہی جماعت کے لیے بے حد غیرت تھی اور خلافت سے بے انتہا پیار تھا۔ ایک سادہ دل اور بے نفس انسان تھا اور دوسروں کو خوش دیکھ کر خوشی پاتا تھا۔ لاہور سے عیدوں کے موقع پر گھر آتے تو بہت سا کھانے پینے کا سامان لے کر آتے اور ہمیشہ بہت اچھے نئے کپڑے اپنے لیے سلائی کروا کے لاتے اور کہتے ہیں کہ صرف عید کے روز پہنتے اور پھر وہ سوٹ کیونکہ میں واقف زندگی تھا تو مجھے دے دیا کرتے تھے اور میرا پرانا سوٹ لے لیتے تھے۔ ان کے بھتیجے کہتے ہیں کہ فون ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے کہ جماعت میں سے کسی کو مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اگر فون پاس نہ ہوا تو رابطہ کس طرح ہو گا۔ رات کے اوقات میں بھی فون بجا تو فوراً اٹھ کر جماعتی خدمت کے لیے تیار ہو جاتے۔ ربوہ کے کونے کونے میں بھی مدد کے لیے جانا پڑتا تو جاتے۔ خون کے عطیات کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور اس طرح بے شمار لوگوں کی جانیں بچانے کا سبب بنے۔ دل کی بیماری کی آپ نے کبھی پروا نہیں کی۔ آپ کے نزدیک ضرورتمندوں کی امداد کرنا اخلاقی فرض تھا جس کی اہمیت آپ کی بیماری سے زیادہ آپ کو تھی۔

اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کا بھی حامی و ناصر ہو۔ ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی ان کی اولاد کو بھی توفیق دے۔

نماز کے بعد میں ان شاء اللہ ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 9؍ستمبر 2022ء صفحہ 5تا10)

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرم ابن ایف آر بسمل لکھتے ہیں۔

13 اگست 2022ء کے شمارے میں یوم آزادی پاکستان (platinum jubilee) کے موقع پر تین مضامین اور جناب ثاقب زیروی کی نظم قابل ستائش اور آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ کا قائداعظم محمد علی جناح کی اچانک اور المناک وفات پر 16 ستمبر 1948ء کے الفضل میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جو کسی وقت دوبارہ شائع ہونا چاہیے۔ جس میں آپ نے قائداعظم کے ذریعے پاکستان کا حصول خدائی القاء اور اس کی نصرت قرار دیا ہے۔ آپ نے قائداعظم کی بہت سی خوبیوں میں سے تین بنیادی خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

قائداعظم کا سب سے بڑا کارنامہ پاکستان کا وجود ہے۔ میں قائداعظم کے کارناموں میں مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کو نمبر 1 پر رکھوں گا اور پاکستان کے وجود کو نمبر 2 پر، تیسرا نمایاں وصف غیر جانبدارانہ انصاف پر قائم رہنا ہے۔ قائداعظم کے نزدیک پاکستان کے شیعہ اور سنی، احمدی اور اہل حدیث، پارسی اور عیسائیوں اور پھر نام نہاد اچھوت اور غیر اچھوت سب ایک تھے اور ان کے لئے صرف یہی ایک معیار قابل لحاظ تھا کہ ایک شخص کام کا اہل ہو۔ میں پاکستان کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان خوبیوں کو مشعل راہ بنائیں۔۔۔ اتحاد و تنظیم، عزم و استقلال، غیر جانبدارانہ انصاف۔ قائداعظم کی وفات پر ہندوستان ٹائم نے لکھا مسٹر جناح نے دنیا کے سب سے بڑے سیاستدان کے ساتھ زور آزمائی کی اور اس مقابلہ میں فتح پائی۔

• مکرمہ نصرت قدسیہ وسیم۔ فرانس سے لکھتی ہیں۔

مورخہ 29 جولائی کے الفضل میں ماشاءاللہ محرم الحرام کے سلسلہ میں بہت دلچسپ دیدہ زیب مضامین ہیں خصوصاً ’’محرم الحرام اور چند دعائیں۔‘‘ جزاکم اللہ خیرا

صبح روزانہ ہی الفضل کا انتظار رہتا ہے کہ ملے اور میں اس کو جلد پڑھوں۔ ہمارے گھر میں بچپن سے ہی اخبار الفضل آیا کرتا تھا۔ میں نے ابوجان (مرحوم) کو فجر کی نماز کے بعد اپنی صبح کی چائے کے ساتھ بلاناغہ مطالعہ کرتے دیکھا۔ کبھی میرے سوال کرنے پر کہ اس میں کیا خاص بات ہے جو آپ بڑی دلچسپی سے روزانہ بلاناغہ پڑھتے ہیں؟ اس کے ذریعے کونسی نئی بات پڑھنے کو ملتی ہے جو آپ کو اس اخبار کا انتظار رہتا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتے خود پڑھ کر دیکھو کہ کیا خاص بات ہے؟ کیا خاص پیغام ہے؟ یاد نہیں کس نے گھر میں کہا کہ ابھی تو اخبار والا گھر آ کر اخبار دیتا ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ اس اخبار والے کا انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔ بلکہ ایسی راہ نکل آئے گی کہ یہ الفضل خود آپ تک صبح صبح پہنچ جائے گا۔ آج سوچتی ہوں کہ اس وقت تو کمپیوٹر کا بھی علم نہیں تھا اور یہ تصور بھی نہیں تھا کہ اخبار والے کے بغیر ہی الفضل ہاتھ میں آ جائے گی۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس اخبار کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

23 مئی 2015ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کا قافلہ اٹھارہ روزہ دورہ کے لئے جرمنی روانہ ہوئے جہاں حضور انور نے جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت اختیار فرما کر اس کو اعزاز بخشا۔

حضور انور کی سادگی کی مثال

ایک چھوٹی سی بات جس کا میں خود گواہ ہوں اور جو میں ایم ٹی اے پر بتانا چاہتا تھا مگر وقت کی قلت کے باعث میں بیان نہ کر سکا وہ حضور انور کی سادگی اور عاجزی کے بارے میں ہے۔ یو کے کے نہایت سخت اور ٹھنڈے سردی کے موسم میں کئی مواقع پر جب میں حضور انور کے دفتر میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کہ دفتر میں ہیٹنگ نہیں چل رہی تھی اور حضور انور اپنے میز پر کام میں مشغول تھے۔ ایک موٹا اور گرم اوور کوٹ زیب تن کیے ہوئے تھے اور میں نے ہمیشہ حضور انور کو ایک سکارف پہنے ہوئے دیکھا۔

ہر دفعہ جب میں نے یہ جذباتی کر دینے والا منظر دیکھا کہ ہمارے پیارے خلیفہ ٹھنڈ میں تشریف فرما ہیں اور اوور کوٹ زیب تن ہے تا کہ گرم رہ سکیں جبکہ ہم سب اپنے دفاتر میں ہیٹنگ چلا کر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح کا مثالی نمونہ ہے جہاں آپ اپنے آرام کو خاطر میں نہیں لاتے اور بے نفس ہو کر جماعت کے کام میں مشغول رہتے ہیں خواہ کیسے بھی حالات ہوں۔

تصاویر آویزاں کرنے کے حوالے سے حضور انور کی رہنمائی

کروشین وفد سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے حضور انور سے پوچھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی تصاویر احمدیوں کے گھروں اور جماعتی عمارات میں کیوں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ جواباً حضور انور نے فرمایا کہ اگر کسی کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا کسی خلیفہ کی تصویر لگانے سے وہ روحانیت میں ترقی کرے گا یا انہیں اللہ کے قریب لے آئے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ تاہم اگر کوئی احمدی حضرت اقدس مسیح موعود یا خلفائے احمدیت کی تصاویر ان سے تعلق کی وجہ سے لگاتے ہیں جیسا کہ لوگ (محبت سے) اپنے خاندان کے افراد کی تصاویر لگاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم اگر کسی بھی جگہ ان تصاویر کو غیر معمولی اہمیت دی جا رہی ہو تو پھر انہیں نہیں لگانا چاہیے۔ حضور انور نے مزید وضاحت فرمائی کہ اسی غرض سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا ان کے خلفاء کی تصاویر مسجد میں آویزاں نہیں کی جاتی کیونکہ وہاں لوگ صرف اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ جب میں آسٹریلیا میں 2006ء میں تشریف لے گئے تو لوکل جماعت نے ایک official مہر کا انتظام کیا جس پر حضور انور کی تصویر تھی۔ اس بات کا علم ہونے پر حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ایسی تمام مہریں ضائع کر دی جائیں۔

پھر فرمایا کہ بعض لوگوں پر احمدیت کی سچائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا خلفائے احمدیت کی تصاویر دیکھ کر عیاں ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مختلف ممالک میں لوگوں نے بتایا ہے کہ محض ایک تصویر کو دیکھنے کے بعد انہیں باور ہوا کہ جس وجود کو وہ پہلے سے اپنے خوابوں میں دیکھ رہے تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں یا آپ کے خلفاء میں سے کوئی ایک ہیں۔ یوں اس دور میں تصاویر لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔

افسردگی کی ایک وجہ

جلسے کے دنوں میں اور جرمنی کے سارے دورہ کے دوران حضور انور کی طبیعت ناساز رہی اور آپ کو تیز بخار رہا۔ جب کبھی بھی آپ حضور انور کو کسی تکلیف میں دیکھتے ہیں تو یہ بات آپ کو افسردہ کر دیتی ہے یوں حضور انور کو تیز بخار سے دوچار دیکھنا بہت افسردہ کر دینے والا تھا۔ ایسے مواقع پر جب میں نے حضور انور کی طبیعت ناساز دیکھی ہے یا آپ کو کسی تکلیف میں دیکھا تو میری خواہش ہوتی ہے کہ کاش میں نے کچھ طب کا علم اپنے والد صاحب سے وراثت میں حاصل کیا ہوتا جو ایک ڈاکٹر تھے اور یوں آپ کی کچھ مدد کر سکتا۔ ایک مرتبہ لندن میں جب حضور انور کی طبیعت کچھ ناساز تھی تو میں نے حضور انور سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں کچھ خدمات پیش کر سکتا۔ اس پر حضور انور نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا مجھے صرف دعا چاہیے وہی کافی ہے۔ بہر حال اس ساری تکلیف کے باوجود حضور انور نے اپنے دورہ کے شیڈیول کو کسی طرح بھی اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ درحقیقت دورہ کے (وہ بیماری کے) آخری ایام اس سارے دورہ میں سب سے زیادہ مصروف ترین دن تھے۔

ایک افریقن احمدی کے تاثرات

اگلے روز میں ابو ہریرہ نامی ایک افریقہ احمدی سے ملا جن کی عمر بتیس سال تھی اور وہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے ساؤتھ افریقہ سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے والد نے احمدیت قبول کی تھی جب وہ بچے تھے۔ جلسہ میں شمولیت اور حضور انور کی قربت کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ ’’جب آپ دوسرے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کس قدر تقسیم در تقسیم ہیں تو پھر آپ کو باور ہوتا ہے کہ آپ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ خلافت کے ہاتھ پر اکٹھے ہیں۔ یہی چیز ہمیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ میں ایمانداری سے سمجھتا ہوں کہ جو شخص ہر ہفتے حضور انور کا خطبہ جمعہ سنتا ہے تو وہ ایک اچھا مسلمان بن جائے گا۔ یہی زندگی کی کنجی ہے۔ جب آپ حضور انور کو دیکھتے ہیں تو آپ کو فوراً اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ حضور انور ایک سچے انسان اور مرد خدا ہیں۔

خلافت کے لیے ایک بچے کی محبت

میری ملاقات مکرم لقمان باجوہ صاحب بعمر تئیس سال سے ہوئی جو جرمنی کی سیکیورٹی ٹیم کے ممبر تھے۔ وہ پاکستان سے تین سال قبل ہی جرمنی میں آئے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک واقعہ کے بارے میں بتایا جس کے وہ خود گواہ تھے جو اس دور جو اس دورہ کی ابتداء کا ہے کہ جب حضور انور

نے Aachen میں مسجد کا افتتاح فرمایا۔ مکرم لقمان صاحب نے بتایا کہ میں Aachen میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر ڈیوٹی پر تھا جب حضور انور کا گزر میرے پاس سے ہوا تو میں نے ایک تین سال کے بچے کو روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ ’’پلیز حضور ہمیں چھوڑ کر مت جائیں۔‘‘ اس چھوٹے بچے کی آواز میں جو درد تھا اس نے میرے پر بہت گہرا اثر کیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح ایک چھوٹا سا بچہ خلافت کے لیے ایسے محبت کا اظہار کر سکتا ہے۔ یقیناً ہر احمدی اور خلیفہ وقت کا باہمی تعلق خود اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

حضور انور کی ٹرکش وفد سے ملاقات

ہفتے کی شام کو حضور انور نے تین وفود سے ملاقات فرمائی جن میں سے ایک کا تعلق ترکی سے، ایک کا تعلق سلووینیا سے تھا اور چار سو سے زائد عرب مرد و زن کا ایک گروپ تھا۔ ٹرکش گروپ سے ملاقات کے دوران ایک نوجوان ترکی جو نو مبائع تھے کھڑے ہوئے اور مائیکرو فون لے کر نہایت محبت سے کہا ’’I Love you Huzoor!‘‘ نہایت شفقت اور محبت سے حضور انور نے فرمایا ’’And I Love you too!‘‘

ایک دوسرے نو مبائع نے مائیکروفون لیا اور نہایت جذباتی انداز میں کہا۔ ’’میں نے چھ ماہ قبل احمدیت قبول کی تھی اور آج میں بہت جذباتی ہو رہا ہوں اور خوش نصیب ہوں کہ اپنے خلیفہ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ دنیا میں کئی ملین لوگ اس لمحہ کے لیے خواب دیکھتے ہیں یوں یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج یہ موقع ملا ہے۔‘‘

ایک جذباتی مہمان

اس گروپ میں ایک غیر مسلم مہمان بھی تھے جو آسٹریلیا سے آئے تھے۔ ان کی لمبی اور گھنی سفید داڑھی تھی اور ملاقات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضور انور سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ وہ حضور انور کی طرف بڑھے اور میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور پھر انہوں نے حضور انور کے سامنے اپنا سر جھکایا اور حضور انور کا ہاتھ چوما۔ یہ نہایت مسحور کن منظر تھا جہاں ایک ایسا شخص جو مسلمان بھی نہیں تھا حضرت خلیفۃ المسیح کو دیکھنے پر اس قدر متاثر ہوا کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکا اور حضور انور سے محض آپ کی برکات کے حصول کا متمنی تھا۔

عرب وفد سے حضور انور کی ملاقات

عرب وفد جو تین سو سے زائد نفوس پر مشتمل تھا اور جرمنی میں رہائش پذیر تھے اور سو کے قریب عرب ایسے تھے جو دیگر ممالک سے تشریف لائے تھے تا کہ جلسہ میں شامل ہو سکیں۔ چند احمدی تھے جبکہ ان کی اکثریت غیر احمدیوں کی تھی۔ یہ مہمانان عربی میں گفتگو کر رہے تھے اور ان کے تاثرات یا سوالات مکرم طاہر ندیم صاحب اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ بعد ازاں حضور انور کا جواب عربی میں ترجمہ کرتے رہے۔

بقیہ صفحہ 16 پر

طاہر احمد۔ استاذ جامعہ احمدیہ جرمنی

اقامۃ الصلوٰۃ کے لئے مساجد کی اہمیت

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء

اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓـئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۸﴾

(التوبہ:18)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یومِ آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں۔ ’’اقام الصلوۃ‘‘ عربی زبان میں اس کے معنی ہیں نماز کو اس کی شرائط کے مطابق ادا کرنا۔ صلوٰۃ کے ذکر کے ساتھ اقامت کا لفظ اس لئے لایا گیا ہے تا کہ اس طرف توجہ مبذول کرائی جائے کہ نماز کے حقوق اور شرائط کو پوری طرح ادا کیا جائے نہ کہ صرف ظاہری صورت میں اس کو ادا کر دیا جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

’’اَلصَّلوٰۃ۔ وہ خاص نماز جو کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر دکھلائی… صلوٰۃ کالفظ صَلّٰی سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی لکڑی کو گرم کرکے سیدھا کرنا۔ اور چونکہ نماز سے بھی انسان کی تمام کجی نکل کر وہ سیدھا ہو جاتا ہے اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ وہ کجیاں کیا ہیں فحش اور غیر پسندیدہ امور کی طرف انسان کا میلان۔ ان سے یہ نماز روکتی ہے جیسے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت:46)‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 45)

گویا کہ اقام الصلوۃ سے مراد نماز باجماعت ہی ہے اور اس کی کیا کیفیت ہونی چاہئے اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلصَّلوٰۃُ ھِیَ الدُّعَآءُ۔ اَلصَّلوٰۃُ مُخُّ الۡعِبَادَۃِ۔ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔

جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔۔۔ صلوٰۃ کا لفظ پُرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ویسے ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہئے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اُس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 283-284)

نماز اسلام کی عمارت کا دوسرا رکن ہے، جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، نماز وہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنا خاص فضل کرتے ہوئے نازل کی ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ’’اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ مسجد کی تعمیر کرنے والوں کا مقصد کیا ہونا چاہئے یا وہ کون لوگ ہیں جو مسجد کی تعمیر کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ وہ لوگ ہیں جو اس کی آبادی کی فکر میں رہتے ہیں، اس کو اچھی حالت میں رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والے ہیں۔ کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا عملی اظہار بھی ضروری ہے اور وہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب اقام الصلوۃ کا عملی نمونہ دکھایا جائے۔

’’اقام الصلوۃ کیا ہے؟ اس کا عملی اظہار کس طرح ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟ اس کا عملی اظہار ایک تو نماز باجماعت کی ادائیگی میں ہے، دوسرے نماز میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اور توجہ کو قائم رکھنا ہے۔۔۔ پس نماز کا حقیقی قیام کرنے والے وہ لوگ ہیں جو باجماعت نماز کے عادی ہوں اور اپنی توجہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے ہوئے نمازیں پڑھنے والے ہوں، دعا، استغفار اور توجہ سے نماز ادا کرنے والے ہوں۔‘‘

’’پس مسجد کا تو وہ مقام ہے جہاں تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے اس کے آگے جھکنے کے لئے آیا جاتا ہے۔ مسجد کا لفظ سَجَدَ سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے عاجزی انکساری اور فرمانبرداری کی انتہا۔ پس مسجد تو یہ اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے والی جگہ ہے اور اس آیت میں یہی حکم ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو مسجد میں جمع ہو کر، ایک ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو پکارو کہ تو ہی ہے جو ہمیں سیدھے راستے پر چلانے والا ہے۔ ہمارے اندر سجدے کی حقیقی روح پیدا کرنے والا ہے..... فرمایا وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرہ:44) کہ نماز کو قائم کرو اور نماز کا قائم کرنا یہی ہے کہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی جائے اور یہی نمازوں کی ادائیگی کا حقیقی حق ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 18 دسمبر 2009ء)

انسان کی تخلیق کی علت غائی خدا تعالیٰ کی عبادت ہے جس کے اکمل واتم مظہر اول ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ یقیناً آپ عبادت کے معراج پر جلوہ افروز تھے۔ یقیناً آپؐ نے عبادت کا حق ادا کر دیا۔ زندگی کی تمام کیفیات کو عبادت اور ذکر الٰہی کے ساتھ باندھ دیا۔ وضو کرتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں، مسجد میں داخل ہوتے ہیں یا مسجد سے باہر نکلتے ہیں غرض یہ کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپؐ کا ہر ذرہ خدا کے نور سے منور تھا۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں، گھر کے صحن میں سجدہ ریز ہیں، تو کبھی مسجد میں۔ الغرض زندگی کی ساری کیفیات کو نماز کے ساتھ ایسا باندھ دیا کہ نماز آپ کی رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی۔ جس قدر خدا تعالیٰ کی بندگی بجا لاتے اتنی ہی آپؐ کی آتش شوق تیز ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسانوں کو آداب سکھائیں اور پھر ترقی دے کر اعلیٰ اخلاق اور پھر اعلیٰ اخلاق میں محبتِ الٰہی کے رنگ بھر کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر ڈال دیں اتنا قریب کہ خدا کی رضا ان کی رضا ہو جائے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپؐ نے قبا کے قیام کے اگلے ہی دن یعنی 21 ستمبر 622ء مطابق 9 ربیع الاول 1 ہجری کو مسجد قبا کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ زمین پر پہلی مسجد تھی جس کا سنگِ بنیاد رسول کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ نبی ﷺ ہر ہفتے پیدل یا سوار ہو کر مسجد قباء آتے تھے۔

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد آپؐ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کر کے دشمنانِ اسلام کو یہ پیغام دیا کہ تم تو مجھے اور میرے صحابہ کو خدا کے گھر میں سجدہ ریز ہونے سے روکتے تھے اب دیکھو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی کا وہ سلسلہ شروع کر دیا ہے جو قیامت تک جاری رہے گا اور مومنوں کی جماعت کو بھی یہ سبق دیا کہ تمہاری تمام ترقیات کا منبع مسجد ہی ہے۔ ہمیں بھی اس سبق کو یاد رکھنا ہے کہ جو بھی مسجدوں سے وابستہ ہو گا اسے آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی راہوں پر چلتے ہوئے دین و دنیا کے تمام اعلیٰ مقامات نصیب ہو سکتے ہیں جن کی طرف صحابہؓ نے اپنے عملی نمونے سے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

مسجد میں نماز ادا کرنے کی اہمیت ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جماعت کی نماز، اپنے گھر کی نماز اور اپنے بازار کی نماز پر پچیس درجے (ثواب فضیلت) زیادہ رکھتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں کی پسندیدہ جگہیں ان کی مساجد اور شہروں کی ناپسندیدہ جگہیں ان کی مارکیٹیں ہیں۔

(مسلم کتاب المساجد باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المساجد)

لیکن آج کل آپ دیکھیں کہ جو ناپسندیدہ جگہیں ہیں ان میں لوگ زیادہ بیٹھتے ہیں اور مساجد جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ جگہیں ہیں ان میں کم بیٹھا جاتا ہے، اس طرف توجہ کم ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے ہر احمدی کو اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی مساجد کو آباد کریں۔

حضرت برادہ الاسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اندھیروں کے دوران مسجدوں کی طرف بکثرت چل کر جانے والوں کو قیامت کے روز نور تام عطا ہونے کی بشارت دے دو۔

تو اس سے ایک یہ بھی مراد ہے کہ خاص طور پر جب دنیاداری کا زمانہ ہو گا، اس وقت مسجدیں آباد کرنے والوں کو مکمل نور عطا ہو گا اور اس کی بشارت دی گئی ہے۔

پھر حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لئے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں‘‘

(ترمذی کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ التوبہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’کیا میں آپ کو وہ عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند فرماتا ہے‘‘۔ فرمایا وہ یہ ہے کہ ’’جی نہ چاہتے ہوئے بھی کامل وضو کرنا، اور مسجد کی طرف زیادہ چل کر جانا، نیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہ رباط ہے، یہ رباط ہے، یہ

ربط ہے۔ (سرحدوں پر گھوڑے باندھنا یعنی تیاریٔ جہاد)‘‘

(سنن النسائی کتاب الطہارۃ باب الامر باسباغ الوضوء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’تو یہ ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی روحانی سرحدوں کی حفاظت کرے کیونکہ جب سب مل کر اس طرح سرحدوں کی حفاظت کریں گے اور مسجدوں میں آئیں گے اور مسجدوں کو آباد کریں گے تو پھر کوئی دشمن نہیں جو کبھی ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ انشاء اللہ۔ اور آپ ﷺ ہمیں یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ اس طرح کرو گے تو ہمیشہ محفوظ رہو گے، ہر دشمن سے بچے رہو گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 26/ ستمبر 2003ء)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ’’تم میں سے جب کوئی اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں محض نماز کی خاطر آئے تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اس کی ایک خطا معاف کر دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرماتا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے۔ اور جب وہ مسجد میں آجاتا ہے تو جب تک نماز کے لئے وہاں رُکا ہے نماز ہی میں شمار ہو گا۔ اس کے لئے ملائکہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ یہ حالت اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ کسی اور کام یا بات میں مصروف نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری۔کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی المسجد)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو مسجد سے جہاں بے انتہا محبت تھی وہاں مسجد کا خیال رکھنے والوں سے بھی آپؐ کی محبت کا اندازہ مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی خاتون کی وفات کا واقعہ دیکھ کر لگائیں کہ جب آپؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے اس عورت پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا میں نے اس عورت کو مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کی وجہ سے جنت میں دیکھا ہے۔

یہ آپؐ کی مسجد کے ساتھ عظیم الشان محبت کی ہی تو نشانی ہے کہ اللہ کے گھر سے پیار کرنے والے ہی اصل میں آپؐ کے پیارے تھے۔ اگر ہم بھی مسجدوں کو صاف ستھرا اور آباد کریں گے تو ضرور بضرور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیارے اور خلیفہ وقت کی دلی دعاؤں کے وارث بن جائیں گے۔

جب ہم آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روح کی غذا ہی نماز باجماعت تھی، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر تڑپتی اور بے چین ہو جاتی ہے بعینہ اسی طرح نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے صحابہ بے چین رہتے۔ جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی صحابہ مسجد کی طرف دوڑے چلے جاتے تھے۔ ان کی سوچ، خواہشات کا محور ہی مسجدیں تھیں۔

’’صحابہ کرام کو نماز باجماعت کا اس قدر خیال رہا کرتا تھا کہ حضرت عتبان بن مالکؓ ایک صحابی تھے۔ جو نابینا تھے۔ ان کا مکان قباء کے قریب تھا۔ مسجد اور ان کے مکان کے درمیان ایک وادی تھی۔ بارش ہوتی تو اس میں پانی بھر جاتا تھا مگر باوجود اس کے وہ مسجد میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن ربوحؓ نابینا تھے لیکن صحابہ کے نزدیک نماز باجماعت اس قدر ضروری تھی کہ حضرت عمرؓ نے ان کے لیے ایک غلام کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ نماز کے وقت ان کو مسجد لایا اور پھر واپس گھر پہنچایا کرے۔

حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام الصلوۃ تھے مگر نماز کا اس قدر شوق تھا کہ پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور پھر اپنی قوم میں آکر انہیں نماز پڑھاتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ روایت کرتے ہیں صحابہ کرام خرید و فروخت تو کیا کرتے تھے لیکن نماز باجماعت کبھی نہ چھوڑتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا صحابہ فوراً اپنی دکانیں اور کاروبار بند کر کے مسجد کی طرف چل دیئے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی صحابہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت کے کاروبار خدا تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتے۔

نماز باجماعت کا صحابہ اس قدر خیال رکھتے تھے کہ سخت مجبوری اور معذوری کی حالت میں بھی اسے چھوڑنا گوارا نہ کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض بیمار اور معذور دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لے کر جماعت میں شریک ہونے کے لیے مسجد آتے تھے۔‘‘

(مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے صفحہ 128 – 129)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ۔

’’جو شخص اسلام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو وہ مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے طور طریقے مقرر کیے ہیں اور یہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ اگر تم نمازیں گھروں میں ایسے پڑھو جیسے پیچھے رہنے والا گھر میں پڑھتا ہے، تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے، اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔‘‘

(صحیح مسلم)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

’’جو لوگ گھروں میں نماز پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ نماز پڑھنا بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا کہ گھر پر نماز پڑھنے والا کوئی شخص ہمیشہ نماز کا پابند رہا ہو وہ بالآخر نماز کا تارک ہی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نماز رسمی ہوتی ہے، محبت اور ایمانی روح اس میں نہیں ہوتی۔‘‘

(خطباتِ محمود صفحہ 235 سال 1939ء)

ایک جگہ فرمایا کہ مسجد میں پندرہ منٹ میں پڑھی ہوئی نماز، گھر میں ایک گھنٹے میں پڑھی ہوئی نماز سے بہتر اور زیادہ خیر و برکت کا موجب ہے۔ نیز ایک جگہ فرمایا کہ اگر تم خدا کے گھر کو آباد رکھو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہارے گھروں کی آبادی کا ضامن بن جائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ’’یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک قوم خدا تعالیٰ کے گھر دنیا میں بنا رہی ہو، ایک قوم خدا تعالیٰ کے گھروں کو آباد کرنے کی کوشش کر رہی ہو اور صبح شام ان میں نمازیں پڑھتی اور انہیں آباد رکھتی ہو اور خدا اس قوم کے گھروں کو ویران کر دے۔‘‘

(خطبات محمود 1952ء صفحہ 149)

مسجد پرہیز گاروں کا گھر ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

’’اے میرے بیٹے! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مسجدیں پرہیز گاروں کا گھر ہیں، جس کا گھر مسجد ہو اللہ تعالیٰ اس کی راحت و رحمت کا اور پل صراط سے جنت کی طرف اس کے گزرنے کا ذمہ دار ہے۔‘‘

(المصنف لابن ابی شیبہ)

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ ہمارے عائلی مسائل، معاشی مسائل، نفسیاتی بیماریوں اور بڑھتے ہوئے ڈپریشن، اس کا اصل حل اور علاج مساجد کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے میں ہے۔ اسی طرح جو لوگ کسی شخص کی معمولی رنجش کی وجہ سے مسجد میں آنا چھوڑ دیتے ہیں وہ اپنا اور اپنے بچوں کا بہت بڑا نقصان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنا تعلق اللہ کے گھر سے منقطع کر کے دائمی راحت اور رحمت کو کھو دیتے ہیں۔

مسجد سے تعلق رکھنے والے کا خصوصی اعزاز ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

’’قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خصوصی سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے جب وہ مسجد سے نکلتا ہے یہاں تک کہ وہ دوبارہ مسجد میں چلا جائے۔‘‘

(صحیح بخاری کتاب المساجد)

حضرت مصلح موعودؓ قیس کی لیلیٰ کے کتے سے پیار کی مثال دے کر بتاتے ہیں کہ جب دنیا کی محبوتوں میں کسی سے پیار ہو تو اس کی ہر چیز سے پیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن جو اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق کا دعویدار ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مسجد ہمارے گھروں کی طرح بظاہر اینٹوں، چونا، گارے، لکڑی کی بنی ہوئی چیز ہے لیکن ایک مومن جس وقت مسجد میں جاتا ہے تو یہ اینٹ، گارا، چونا، لکڑی اس کے دل سے غائب ہو جاتا ہے اور اسے یہ نظر آتا ہے کہ اس گھر میں پانچ وقت میرا خدا اترا کرتا ہے، میرا آقا اس جگہ پانچ وقت آیا کرتا ہے۔۔۔ میں اس جگہ آگیا ہوں جہاں لوگ خدا کو دیکھا کرتے ہیں، شائد کسی دن میری بھی خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی باری آجائے۔‘‘

(خطبات محمود صفحہ 12، سال 1954ء)

عرب میں شدت کی گرمی پڑتی ہے اور نماز ظہر اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج کی تمازت پورے جوبن پر ہوتی۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور مسلمانوں کی غربت کا یہ عالم تھا کہ مسجد پر چھت تک نہ تھی۔ پتھریلی زمین توے کی طرح تپ جاتی تھی۔ صحابہ کرام اسی زمین پر نماز پڑھنے کے لیے بڑے شوق کے ساتھ جمع ہوتے تھے۔ کنکریاں اٹھا کر ان پر پھونکیں مار مار کر پہلے ان کو ٹھنڈا کرتے اور پھر سجدہ کی جگہ پر رکھ لیتے اور ان پر سجدہ کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نماز ظہر سے زیادہ کوئی نماز ہم پر مشکل نہ تھی لیکن پھر بھی اس میں غفلت نہ ہوتی تھی۔

مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک چبوترا بنایا گیا تھا یہ غریب مہاجرین کے لئے سر چھپانے کی جگہ تھی، چبوترے کو عربی میں صفہ کہتے ہیں اس پر رہنے والے اصحاب الصفہ کہلائے۔ یہ صحابہ مسجد نبوی کی رونق تھے اس کو آباد کرنے والے، آنحضورؐ کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کرنے والے تھے۔ انہی میں حضرت ابوہریرہؓ بھی کچھ عرصہ رہے۔

’’ایک یورپین مصنف مدینہ کی اس حالت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ تم کچھ کہہ لو محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کو۔ لیکن میں تو جب یہ بات دیکھتا ہوں کہ مدینہ میں ایک چھوٹی سی مسجد میں جس پر کھجوروں کی ٹہنیوں کی چھت پڑی ہوئی ہے جب بارش ہوتی ہے تو اس میں سے پانی ٹپک پڑتا ہے نماز پڑھتے ہیں تو ان لوگوں کے گھٹنے اور ماتھے کیچڑ سے لت پت ہو جاتے ہیں اس مسجد کی تنگی زمین پر بیٹھے ہوئے۔۔۔ مشورہ کر رہے ہیں۔۔۔ کہ گویا دنیا کو فتح کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 48)

غور کریں کہ یہ غریب صحابہ واقعۃً دنیا کو فتح کر جاتے ہیں یہ مصنف اس

حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوا۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ مسجد سے مستقل تعلق پیدا کرنے اور اس میں باجماعت نمازیں ادا کرنے کی برکت ہی تو تھی کہ صحابہ کو وہ صفات عطا کی گئیں کہ ساری دنیا کے فاتح اور استاد بنا دیئے گئے اور ہمیں بھی چاہئے کہ ہمیشہ اس سبق کو یاد رکھیں کہ اللہ کا گھر رزق میں، صحت میں، عمر میں، عزت و توقیر میں غرض یہ کہ مومن جو اللہ کے گھر سے مضبوط تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ اس کی زندگی کے ہر لمحے کو خیر و برکت عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ اور اس میں مانگی ہوئی دعاؤں کی برکتوں سے وہ خود بھی اور اس کی نسلیں بھی فائدہ اٹھاتی ہیں۔ آج کے اس دور میں جب کہ کورونا وائرس جیسی خطرناک وبا پھیلی ہوئی ہے تو مساجد کی اہمیت کو گھروں میں اجاگر کیا جانا چاہئے۔ مساجد مسلمانوں کی ایمانی زندگی کے لیے اسی طرح ہیں جس طرح مچھلی کے لیے پانی۔

’’نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے استغفار ہے، درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 310-311)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اسے منحوس کہتے ہیں۔ ان کے اندر خود زہر ہے جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزہ نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 591-592)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس زمانے کے متعلق یہ پیش گوئی فرمائی تھی۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہ رہے گا، الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی۔ لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔

مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب العلم الفصل الثالث حدیث نمبر 276)

اس پیشگوئی کے الفاظ ہی بتاتے ہیں کہ اس دور میں حقیقی رنگ میں مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی آپؐ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ہی ہونی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی مساجد سے محبت اور انہیں عبادت سے سنوارنے کا بہترین نمونہ ہے۔ آپؑ کو بچپن ہی سے مسجد سے غیر معمولی محبت تھی۔ ایک بڑے رئیس کے استفسار پر آپ کے والد محترم نے فرمایا ’’اگر اسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی گوشے میں جا کر دیکھ لیں۔۔۔ اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں‘‘۔ آپؑ کی جوانی اور بڑھاپا بھی اسی نمونے کا گواہ ہے۔

آپؑ کی قوتِ قدسی نے جو نبی کریم ﷺ کے عشاق صحابہ کی جماعت پیدا فرمائی جنہیں شرائط بیعت کے یہ الفاظ بھی سکھائے کہ ’’یہ کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرتا رہے گا۔‘‘ اور جن کی اولاد ہونے پر ہم دنیا میں فخر سے اپنے سر اونچے کر کے چلتے ہیں ان صحابہ اور بزرگانِ جماعت کے چند قابل تقلید نمونے اس غرض سے آپ کی خدمت میں رکھتا ہوں کہ دین و دنیا کی سرخروئی انہی پر عمل کرنے سے ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں۔

’’میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں بعض لوگ ہیں جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم کی ہے۔

1. وقت پر نہیں پہنچتے۔
2. جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔
3. سنن اور واجب کا خیال نہیں کرتے۔ کان کھول کر سنو جو نماز کا مُضَیّع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

(خطبات نور جلد 2 صفحہ 97-98)

آپؓ کی جوانی کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ میں مقیم تھے کہ ایک دن کسی وجہ سے ظہر کی نماز باجماعت آپ کو نہ مل سکی۔ آپ کو شدید رنج ہوا۔۔۔ مسجد کے دروازے پر ایک آیت لکھی دیکھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اے خدا کے بندو! اگر تم کوئی گناہ کر بیٹھو تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوا کرو۔ پھر بھی آپ نے نماز میں گڑگڑا کر یہ دعا مانگی۔ یا الٰہی! میرا یہ قصور معاف فرما دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کتنی ضروری چیز ہے اور آپ اس کے کتنے پابند تھے۔

حضرت حافظ معین الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ نابینا تھے مگر ہر حال میں نماز کے لیے اول وقت میں پہنچتے۔ بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو، تیز دھوپ ہو، وہ اول وقت پر پہنچتے۔ اذان بلند کرتے اور اول صف میں جگہ پاتے۔ حتی الوسع اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ہی جگہ ملے۔

(اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 290)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جب کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ مسجد مبارک سے دُور دارالعلوم میں رہتے تھے مگر نمازوں میں شمولیت کے لیے وہاں سے چل کر آتے تھے۔

(حیات ناصر صفحہ 24 از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

’’ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحبؓ کی رفاقت میں نماز کے لئے مسجد مبارک میں جانے کا موقع ملا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ختم ہو چکی تھی۔ اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر مسجد فضل (جو ارائیاں محلہ میں تھی) کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی۔ چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔ اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کے نماز باجماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے۔‘‘

(سیرت حضرت مولانا شیر علیؓ صفحہ 263)

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی ادائیگی نماز باجماعت کا تذکرہ مولوی سلیم اللہ صاحب یوں کرتے ہیں۔

مجھے 1911ء سے 1927ء تک قادیان میں قیام کا موقع ملا۔ آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان نماز ہوگئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے مسجد چلے گئے۔ بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہو گی اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی۔

(اصحاب احمد جلد 5 حصہ سوم صفحہ 82 طبع اول 1964ء)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے۔ مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کچھ بیمار تھے اس لئے جمعہ کے لئے مسجد میں نہ جا سکے۔ مَیں اس وقت بالغ نہیں ہوا تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں۔ (چھوٹا تھا۔ بچہ تھا۔) تاہم مَیں جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کو آرہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا۔۔۔ مَیں نے ان سے پوچھا۔ آپ واپس آرہے ہیں۔ کیا نماز ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ آدمی بہت ہیں۔ مسجد میں جگہ نہیں تھی۔ مَیں واپس آ گیا۔ میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی۔ حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے؟۔۔۔ مَیں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جواب میں مَیں نے کہا کہ میں گیا تو تھا لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبد الکریم صاحب آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کہ کیا آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے؟ اس وقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔۔۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے جواب دیا کہ ہاں حضور! آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔ میں اب بھی نہیں جانتا کہ اصلیت کیا تھی۔ خدا نے میری بریّت کے لئے یہ سامان کر دیا کہ مولوی صاحب کی زبان سے بھی اس کی تصدیق کرا دی یا فی الواقعہ اس دن غیر معمولی طور پر زیادہ لوگ آئے تھے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہوا ہے جس کا آج تک میرے قلب پر گہرا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز باجماعت کا کتنا خیال رہتا تھا‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 9 صفحہ 163-164)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ ہمیشہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے آپ کا پاکیزہ نمونہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مسجد مومنوں کے لئے دین و دنیا دونوں کے لئے عظیم الشان ترقیات کا باعث بنتی ہے۔

ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے لیکن بتاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔

(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر 1985ء صفحہ 89)

ڈاکٹر عبد السلام صاحب بیسویں صدی کے عظیم موحد سائنسدان

تھے۔ بے پناہ مصروفیات کے باوجود نماز اور دیگر دینی شعار کے پابند تھے۔ نوبل انعام کی اطلاع ملنے پر سب سے پہلے مسجد فضل لندن میں نوافل ادا کیے۔ لندن میں جمعہ کے روز اول وقت مسجد میں تشریف لاتے اور پہلی صف میں امام کے عین پیچھے بیٹھتے۔ اٹلی کے سنٹر میں نماز جمعہ کی امامت خود کرتے تھے۔

(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر 1997ء صفحہ 49 اور 162)

شہدائے احمدیت نماز باجماعت کے پابند تھے۔

30 اکتوبر 2000ء کو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں فجر کی نماز کے بعد فائرنگ کی گئی جس میں 5 احمدی شہید اور کئی زخمی ہو گئے یہ سب نماز پنجگانہ کے عادی تھے۔

10 نومبر 2000ء کو تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کی احمدیہ مسجد میں پانچ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔

شہداء لاہور اور ان کے لواحقین کا ذکر کیا جائے تو وہ بچہ یاد آتا ہے جس کا ذکر ہمیں جرمنی میں بمقام منہائم 27 جون 2010ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے بیان فرمایا ”نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تاکہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا، تاکہ تمہیں احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کرسکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔“

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم براہِ یار تو یکساں کر دی

(کہ محبت نے ایسے آثار نمایاں کئے ہیں کہ یار کی محبت میں زخم اور مرہم برابر ہو گئے ہیں۔)

دنیا کے کئی ممالک میں احمدی مسلمانوں کی مساجد شہید کی گئیں، ان کی پیشانیوں سے کلمے مٹائے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جن احمدیوں یا ان کی اولادوں کو ہجرت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ ہجرت کا مضمون ہی ان سب سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ جہاں جہاں آباد ہوئے ہیں وہاں وہاں خدا تعالیٰ کے گھر یعنی مسجدیں تعمیر کر کے ان کو ایسا آباد کریں کہ اس کیفیت کو دیکھ کر دشمنوں کو ان کی ناکامی اور ذلت کا احساس گہرے سے گہرا ہوتا چلا جائے۔ اور انہیں یہ احساس ہو کہ حقیقی مسجدیں اور ان میں کی گئی عبادتیں تو وہ ہیں جو مسیح موعودؑ کی جماعت کے ذریعہ تعمیر کی جا رہی ہیں اور آباد کی جا رہی ہیں۔ پس کس قدر خوش قسمت ہیں وہ احمدی جو ان مساجد میں قیام نماز کے لئے داخل ہوتے ہیں تو گویا وہ اپنے عمل سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کی صداقت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

احمدی خواتین جو ابتدائے احمدیت کے دور سے اب تک مساجد کی تعمیر میں قربانیوں کی توفیق پا رہی ہیں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں بھی نصیحت فرمائی ہے۔

”بچوں کی نمازوں کی گھروں میں نگرانی کرنا اور انہیں نمازوں کی عادت ڈالنا اور مردوں اور نوجوانوں کو مسجدوں میں جانے کے لئے مسلسل توجہ دلاتے رہنا یہ عورتوں کا کام ہے۔ اگر عورتیں اپنا کردار ادا کریں تو یہ غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔“

(خطبہ فرمودہ 27 جنوری 2017ء)

احباب جماعت کو فرمایا۔

”مسجد کو نمازیوں سے بھرنے کی کوشش کرو گے تو آج جو تم ایک مسجد پر خوش ہو رہے ہو، اللہ تعالیٰ ایسی ہزاروں مسجدیں تمہیں عطا فرمائے گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ مسجدوں کو نمازیوں سے بھرو۔ آیت استخلاف سے اگلی آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ نماز قائم کرو، نماز باجماعت پڑھو۔ غرض مومن وہی ہے، اللہ تعالیٰ کے انعام پانے والے وہی ہیں، خلافت سے وابستہ رہنے والے وہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم رکھنے والے وہی ہیں جو مسجدوں کو آباد رکھیں۔“

”بڑا آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 652)

حضرت مصلح موعودؓ مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کے انتہائی سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی اس کی اصلاح کا موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ”ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں ہر طرف شیطان کی آوازیں آپ کو بلا رہی ہیں اگر آپ کے بچوں کو نمازوں کی عادت نہیں ہے تو وہ بچے نہ آپ کے کام آسکیں گے نہ اپنی آئندہ نسلوں کے کام آسکیں گے۔۔۔ ایسا وقت آنا چاہئے اور جلد آنا چاہئے۔۔۔ کہ آپ میں سے ہر ایک کے خاندان میں ہر شخص نمازی ہو جائے۔“

(النور 2006ء، صفحہ 13 یو ایس اے)

اللہ کیا عجیب یہ نعمت نماز ہے
دنیا و دین میں باعث راحت نماز ہے
حکم خدا یہ ہے کہ پڑھو مل کے پانچ وقت
افضل عبادتوں میں عبادت نماز ہے
پھیلا ہوا ہے اس کا اثر دو جہان میں
جس کو نہیں زوال وہ دولت نماز ہے

(حضرت حافظ مختار احمدؒ شاہجہانپوری)

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسجد کے کردار کو زندہ کیا جائے۔ امت کی اصلاح کے لیے اسے وہی مرکزیت دی جائے جو دور صحابہ، تابعین تبع تابعین سلف صالحین کے زمانہ میں حاصل رہی ہے۔ مومنوں کی روحانی و ایمانی زندگی ہی مسجد ہے۔

منکر و فحشا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز
اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

حضور انور فرماتے ہیں کہ۔ ”اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں حقیقت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں، ہماری قربانیاں، ہمارا نیکیوں پر قائم رہنا، اپنی نسلوں میں انہیں رائج کرنا اور ان کو پھیلانے کی تمام کوششیں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو جائیں تاکہ ہم اس کے انعاموں کے وارث ٹھہریں۔۔۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اس وقت ہوگا جب اس کے خوف اور خشیت کی وجہ سے مسجدوں کو آباد کرو گے، مسجدوں میں آؤ گے، باجماعت نمازوں کی طرف توجہ دو گے، عباد الرحمٰن بنو گے۔

پس۔۔ ہماری تمام مساجد بھی اگر اس جذبے سے نمازیوں سے بھری رہیں تو پھر کوئی طاقت بھی آپ کی مضبوطی میں کبھی رخنہ نہیں ڈال سکتی۔ کبھی کمزور نہیں کرسکتی۔ آپ کی تمکنت کو چھین نہیں سکتی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر 2004ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس دعا پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔

”پس ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! ہمیں کامل مومن بندہ بنا کیونکہ مومن بننا بھی تیرے فضلوں پر ہی منحصر ہے، تیرے فضلوں پر ہی موقوف ہے۔ آخرت پر ہمارا ایمان یقینی ہو۔ جب تیرے حضور حاضر ہوں تو یہ خوشخبری سنیں کہ ہم نے مسجدیں تیری خاطر بنائی تھیں۔ تیری عبادت ہر وقت ہمیشہ ہمارے پیش نظر تھی اور تیرے دین کا پیغام دنیا تک پہنچانا ہمارے مقاصد میں سے تھا۔ پس اسی لئے ہم مسجدیں بناتے ہیں اور بناتے رہے ہیں اور اسی وجہ سے ہم نمازوں کی طرف توجہ دیتے رہے۔ کوئی نام نمود، کوئی دنیا کا دکھاوا ہمارا مقصد نہ تھا۔ اے اللہ ہماری تمام مالی قربانیاں تیری خاطر تھیں کہ تیرا نام دنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں سر بلند ہو۔ اور تیرا تقویٰ ہمارے دلوں میں اور ہماری نسلوں کے دلوں میں قائم ہو اور ہمیشہ قائم رہے۔ تُو نے ہمیں ہدایت دی کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مانا۔ اس کو ماننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائی جس کو تُو نے اس زمانے میں دوبارہ دین اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ پس ہماری کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے اس ہدایت سے ہمیں محروم نہ کر دینا بلکہ خود ہمیں ہدایت دیئے رکھنا۔ خود ہمیں سیدھے راستے پر چلائے رکھنا۔ اے اللہ تُو دعاؤں کو سننے والا اور دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ ہماری ان عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں کو سن، ہماری اس نیک نیت کا بدلہ عطا فرما۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 دسمبر 2006ء)

اعلان برائے دعائے مغفرت

• مکرمہ منزہ ولی سنوری اہلیہ ولی الرحمٰن سنوری صاحب کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں کہ

خاکسار کے بہنوئی اور خالہ زاد بھائی ہومیو ڈاکٹر نسیم احمد خان، ثمر ہومیو کلینک، نزد اقصیٰ چوک ربوہ بعمر 57 سال مؤرخہ 24 اگست 2022ء کو بقضائے الٰہی مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

احباب سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے درخواست دعا ہے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور 3 بیٹیاں ہیں۔ اُن کے لیے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اُن کے لیے غیب سے سب سامان مہیا فرمائے اور دیگر اہل خاندان کو بھی یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر داؤد احمد طاہر۔ لندن

لبیك یا امیر المؤمنین

تقریر جلسہ سالانہ فلسطین 2022ء

یہاں آ کر آپ معزز سامعین سے خطاب کرنا میرے لیے بے حد خوشی کی بات ہے۔ یہ خوشی محض میرے الفاظ ہی سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے ادا ہو رہی ہے۔

مربی صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں خلافت اور جماعت کے حوالے سے یہاں چند باتیں سب حاضرین کے گوش گزار کروں۔ میں عرض کرتا چلوں کہ نہ ہی میں ایک خطیب ہوں اور نہ ہی مربی۔ میں پیشے کے لحاظ سے ایک ڈینٹسٹ ہوں مگر آج آپ سب سے خلافت اور جماعت کے تعلق سے اپنی تجربات کے بارے میں کچھ بات کروں گا۔

میں نے سوچا کہ میں اپنی گفتگو کو ایک عنوان دوں۔ سوجیسا کہ حال ہی میں ہم نے عید الاضحیٰ منائی ہے اور ہم ان ایام سے گزرتے ہوئے تکبیرات لبیك، لبیك کہتے ہیں تو میں نے اسی مناسبت سے لبیک کے عنوان کو چنا ہے۔

چالیس سال پہلے میں پہلی بار قادیان گیا تھا اور مجھے وہاں کی مسجد مبارک میں حاضرین سے خطاب کرنے کا موقع ملا اور آج مجھے اس بابرکت مسجد جامع سیدنا محمود میں خطاب کرتے ہوئے بہت خوشی ہو رہی ہے۔

حضور ہمارے مذہبی رہنما ہیں، تمام برکتیں آپ کی اطاعت میں ہیں۔ ہماری تاریخ اطاعت کی ایسے واقعات اور ان کے ثمرات سے بھری پڑی ہے۔ سال 1975ء میں، جب میں صرف 24 سال کا تھا۔ نئی نئی شادی ہوئی تھی اور میں کراچی میں اپنی پریکٹس کر رہا تھا۔ میرا امریکہ اور برطانیہ میں بھی تعلیم کیلئے داخلہ ہو چکا تھا۔ میرے لئے امریکہ جانے کا موقع بھی تھا۔

ایک دن مجھے ربوہ سے فون آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے حاضری کے لیے بلایا ہے۔ میں ربوہ گیا، میں نے سوچا کہ شاید فضل عمر ہسپتال کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہوں گے۔ لیکن جب میں کمرہ میں داخل ہوا اور حضورؒ سے ملا تو آپؒ نے پوچھا۔

کیا آپ کے پاس پاسپورٹ ہے؟

یہ میرے لیے بہت ہی اچانک اور عجیب سوال تھا اور جب میں نے کہا ”جی حضور میرے پاس ہے“ تو آپؒ نے فرمایا ”کب تک گیمبیا جا سکتے ہیں؟ دو ہفتے ٹھیک ہے؟“

خلیفۂ وقت کا حکم تھا سو انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی میں نے کہا ”لبیک“ اور کراچی واپس آ گیا۔ میں نے اپنا کلینک بند کیا اور دو ماہ

بعد جب مجھے ٹکٹ ملا، میں گیمبیا چلا گیا۔

میں نے وہاں نو سال گزارے اور وہ میری جوانی تھی، درحقیقت میری تینوں بیٹیاں وہیں پیدا ہوئیں اور وہ گیمبیئن ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ اگر میں امریکہ گیا ہوتا جیسے میرے تمام دوست وہاں گئے ہیں اگر میں بھی وہاں ہوتا تو ممکن ہے میری کمائی بہت زیادہ ہوتی، وہ مجھ سے بہت زیادہ کمارہے ہیں لیکن مجھے اپنے وقف سے جو ملا ہے اس سے میں بہت مطمئن ہوں۔ جو بھی مجھے گیمبیا میں ملا جو مجھے حضور کو لبیک کہنے سے ملا۔ میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں، مجھے بہت برکتیں مل رہی ہیں اور یہ ان نعمتوں میں سے ایک ہے جو میں آج یہاں کھڑا ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں کبابیر کے جلسہ پر آؤں گا اور حاضرین سے خطاب کروں گا۔ میں نے حضور کو لکھا کہ میری خواہش ہے، میں کبابیر جانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے منظوری مل گئی۔ یہ واقعی خلافت ہی کی برکت ہے کہ اس دفعہ میں واحد مہمان ہوں جو یوکے سے آیا ہے اور خلیفہ وقت کی اجازت کے ساتھ میری کبابیر آنے کی دلی خواہش بھی پوری ہوئی۔

میں نے اپنی کہانی کے بارے میں کہا ہے کہ حضور نے مجھے جانے کو کہا اور لبیک کہا اور وہاں چلا گیا۔ بہت سے لوگ کہہ سکتے ہیں کہ انہیں کبھی حضور سے ملنے اور ان سے کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملتا۔ وہ لبیک کیسے کہہ سکتے ہیں۔ ہر روز آجکل ویب کیم کے ذریعے مختلف ممالک کے افراد کی حضور سے ملاقات ہوتی ہے اور سامعین میں بہت سے لوگ حضور سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کرنا ہے ان کا ارشاد کیا ہے وہ کیا چاہتے ہیں اور حضور ان کو ہدایات دیتے ہیں۔ یہ ہدایت سب کے لیے ہیں۔ جب حضور کسی کو کچھ ارشاد کرتے ہیں تو یہ صرف اس کے لیے نہیں بلکہ ہر ایک کے لیے ہوتا ہے۔ اگر آپ لبیک کہنا چاہتے ہیں تو حضور کی بات سنیں اور جو ارشاد کریں اس پر عمل کریں۔

میں بہت خوش قسمت تھا کہ میں ربوہ گیا جو کہ ہمارا ہیڈ کوارٹر پاکستان میں تھا اور میں نے اپنی ابتدائی تعلیم وہیں پائی اور میری خوش قسمتی تھی کہ حضور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ میرے ہم جماعت تھے۔ مجھے سکول میں پانچویں سے دسویں جماعت تک کا اور پھر کالج میں 2 سال اکٹھے پڑھنے کا موقع ملا۔ مجھے یاد ہے آپ بہت سادہ انسان، بہت شائستہ زبان اور کلاس میں بہت خاموش طبع وجود تھے۔

اب میں کبابیر اور جماعت کبابیر کے بارے میں چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔

بچپن میں ایک حدیث پڑھی تھی ”لَیْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَایَنَةِ“ جو مجھے یاد ہے۔ یہ بہت سچ ہے کہ میں نے کبابیر کی جماعت کے بارے میں بہت سنا اور پڑھا تھا اور اب میں نے کبابیر کے احمدیوں کو دیکھ بھی لیا ہے۔

دو دن پہلے مربی صاحب نے ایک نماز کے بعد جلسہ کبابیر میں آنے والے مہمانوں کا تعارف کرایا، یہ عربی یا مقامی زبان میں تھا، میں نے صرف دو الفاظ سنے، مدرسہ اور خامس، تو سمجھ گیا کہ وہ سکول کے

زمانے میں حضور اقدس سے میرے تعلق کا ذکر کر رہے ہیں۔ مجھے بہت خوشی اس وقت ہوئی جب نماز کے بعد مربی صاحب کے بیٹے کے ساتھ گیارہ سال کا ایک بچہ آیا کیونکہ وہ انگلش نہیں بول سکتا تھا مگر بہت ہی اشتیاق سے مجھ سے کہا کہ حضور انور کے بارے میں ان کے بچپن کی کوئی بات سناؤں۔

یہ اس بچے کے لئے بہت پیارا اور پرخلوص لمحہ تھا میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس سے کبابیر کے احمدی ممبران کی خلیفہ اور جماعت سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ان شاء اللہ مزید بڑھے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ حضور کے دل میں کبابیر اور اس کے ممبران کے لیے ایک خاص مقام ہے۔ جب بھی ہمارا جلسہ ہوتا ہے تو ہم کبابیر، قادیان اور ربوہ سے سامعین کو دیکھتے ہیں۔ یہ تینوں مقامات اکٹھے ہیں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سا بلند ہے یا کون سا نہیں لیکن ایک عرب ملک کے طور پر میرے خیال میں کبابیر زیادہ اہم ہے۔

آخر میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ آج جب کچھ اراکین نے قصیدہ پڑھا اور جیسا کہ ایک مقرر نے عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور ان کی قصیدہ کے بارے میں عربوں کے نقطہ نظر کا ذکر کیا، میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ 1973ء میں میری دادی اور میرے تایا حج پر گئے۔ میرے چچا ایک مشنری تھے وہ ربوہ میں رہتے تھے۔ کچھ مخالفین احمدیت لوگ بھی مکہ میں تھے۔ انہوں نے میرے تایا کو پہچان لیا اور پولیس کو اطلاع دی کہ احمدی یہاں موجود ہیں۔ میرے تایا اور میری دادی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور ان کے خلاف ”کفر“ کا مقدمہ چلا۔ عدالت میں مخالفین احمدیت لوگوں نے کفر کے دلائل دیئے۔ میرے تایا کو قصیدہ یاد تھا اس لیے جب وہ عدالت میں جج کے پاس گئے تو قصیدہ پڑھنے لگے۔ جیسا کہ آج میں نے دیکھا جب قصیدہ گایا جارہا تھا کہ ممبران اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے، جج کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ جس نے یہ قصیدہ لکھا ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ وہ بری ہو گئے اور رہا ہو کر بحفاظت پاکستان واپس آ گئے۔ قصیدہ ایک نعمت ہے اور یہ اس کا اثر ہے۔ الحمد للہ

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: ڈائری عابد خان...... از صفحہ 10

جس دوران سوالات پوچھے جا رہے تھے میں حضور انور کی طرف دیکھتا رہا اور ایک بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ حضور انور کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے آپ کو سوال کی سمجھ آ رہی تھی، قبل اس کے کہ اس کا ترجمہ کیا جاتا۔ اس سے مجھے 2014ء کا یوم مسیح موعود یاد آ گیا جب حضور انور نے عربی میں خطاب فرمایا تھا۔

حضور انور کی آنحضرتؐ کی بے مثال اطاعت

ایک بزرگ عرب نے حضور انور سے کافر کی تعریف کے بارے میں آپ کے خیالات کی بابت پوچھا۔ انہوں نے اپنا سوال دو مرتبہ دہرایا اور ان کی tone سے ایسا لگتا تھا کہ وہ حضور انور سے کسی خاص فرقہ کو کافر کہلوانا چاہتے تھے۔ حضور انور کا جواب نہایت خوبصورت تھا جب آپ نے فرمایا کہ آپ کا فتویٰ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ جو کوئی بھی کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے اور اگر کوئی کسی دوسرے کو کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر بن جاتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا ’’میں اس مسئلہ پر کوئی (حتمی) رائے کیسے قائم کر سکتا ہوں جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر پہلے ہی حکم صادر فرما دیا ہے؟ مجھے کسی کو کافر کہنے کا حق کیسے حاصل ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے؟

جب حضور انور کا جواب عربی میں ترجمہ ہو رہا تھا تو اس مہمان نے سنا کہ کس طرح حضور انور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع اور فرمانبردار ہیں تو چند عرب مہمانان نے حضور انور کا پیغام سننے پر نعرے بلند کیے جبکہ کئی عرب مستورات تالیاں بجانے لگیں۔

حضور انور کے الفاظ کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ تین سے چار عربوں نے بیعت کی اور احمدیت قبول کر لی جس کی بنیادی وجہ حضور انور کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال اطاعت تھی۔

بعد ازاں میری ملاقات ایک عرب مہمان سے ہوئی جو حضور انور کے فرمودہ جواب سے بے حد متاثر تھے۔ انہوں نے کہا ’’کس کو علم تھا کہ احمدیوں کے خلیفہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر محبت ہے؟ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب کچھ ہیں۔‘‘

(حضور انور کا دورہ جرمنی مئی-جون 2015ء اردو ترجمہ از ڈائری مکرم عابد خان حصہ سوم)

دعا کا تحفہ

تلافی کوتاہی کے لئے صبح و شام پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام یہ آیات پڑھے تو اس دن کی کوتاہی کی پیشگی تلافی کر لیتا ہے اور شام کو یہ دعا پڑھے تو رات کی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ (ابو داؤد)

فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَیُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الروم: 18-20)

پس اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کے وقت میں داخل ہو یا صبح کے وقت میں داخل ہو۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی تعریف ہے اور بعد دوپہر بھی اس کی تسبیح کرو اور اسی طرح (عین) دوپہر کے وقت بھی۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 40-41)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ایک سبق آموز بات

کامیابی

کامیابی حاصل کرنے یا پیچھے بھاگنے کی چیز نہیں، نہ ہی یہ کوئی حادثاتی امر ہے۔ اسے اپنی طرف متوجہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ شخصیت پر اثر اور کردار اتنا پرکشش ہونا چاہئے کہ کامیابی خود بخود آپکی طرف کھنچی چلی آیا کرے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان نصیحتوں پر خود بھی عمل کریں جو دوسروں کو کرتے ہیں اور ویسا لیڈر خود بھی بننے کی کوشش کریں جیسے لیڈر کی تمنا کرتے ہیں۔

کاشف احمد

فقہی کارنر

تعویذ گنڈوں کے فوائد تصوراتی ہیں

ایک صاحب نے گنڈے، تعویذات کی تاثیرات کی نسبت (حضرت مسیح موعودؑ سے) استفسار کیا۔

اس پر آپؑ نے فرمایا۔

ان کا اثر ہونا تو ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس قسم کے علاج تصوارات کے مدّ میں آ جاتے ہیں کیونکہ تصورات کو انسان پر اثر اندازی میں بڑا اثر ہے۔ اس سے ایک کو ہنسا دیتے ہیں۔ ایک کو رُلا دیتے ہیں اور کئی چیزیں جو کہ واقعی طور پر موجود نہ ہوں، دوسروں کو دِکھلا دیتے ہیں اور بعض امراض کا علاج ہوتا ہے۔ اکثر اوقات تعویذوں سے فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ تو آخر تعویذ دینے والے کو کہنا پڑتا ہے کہ اب میری پیش نہیں چلتی۔

(البدر 21 اگست 1903ء صفحہ 242)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

12/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:50	18:27
مدینہ منورہ	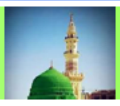	04:48	18:29
قادیان		04:48	18:39
ربوہ		04:28	18:19
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:04	19:25